حق چار یار
مظہر حسین

خدام اہل سنت کی دُعا

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خدایا اہل سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسولؐ اللہ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبی پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسول پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

2
اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
یا اللہ مدد
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان نظام خلافت راشدہ کا داعی
ماہنامہ
حق چاریار رضی اللہ عنہم
لاہور
ابوبکر صدیق
عمر فاروق
عثمان غنی
علی المرتضیٰ
جلد 25 شمارہ 2- جمادی الاولیٰ وثانی ۱۴۴۰ھ، فروری 2019
زیر نگرانی
جانشین قائد اہل سنت
حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
جاری کردہ
قائد اہل سنت وکیل صحابہ مظہر شریعت وطریقت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
بدل اشتراک
اندرون ملک: فی پرچہ 35 روپے سالانہ چندہ 350 روپے
بیرون ملک مشرق وسطیٰ 85 ریال ○ امریکہ یورپ ○ برطانیہ 20 پونڈ
مدیر مسئول
حافظ محمد مسعود صاحب
نائب مدیر
ماسٹر منظور حسین صاحب
قاضی ظاہر حسین جرار صاحب 0333-5783036
رابطہ
دفتر ماہنامہ حق چاریار متصل جامع مسجد میاں برکت علی
مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور
0322-4135093
0302-4166462
042-37427872
پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

اسلامی حکومت کا فرض منصبی

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

تحریک انصاف کے چیئرمین، موجودہ وزیراعظم جناب عمران خان نیازی نے اپنی حکومت کا رول ماڈل ریاستِ مدینہ قرار دیا ہے، جس کا کامل اور مکمل عملی نمونہ خلافت راشدہ کے تاجدار حضرت ابوبکر صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا سنہری دورِ حکومت ہے چنانچہ ماہنامہ حق چاریارؓ کے گزشتہ شمارے میں خلافت راشدہ موعودہ کے پہلے تاجدار امام الخلفاء، جانشین رسول، یارِ غار والمزار، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے متفقہ منتخب خلیفہ نے مسجد نبوی میں اپنے پہلے مختصر خطاب میں جو درحقیقت اسلامی حکومت کا ایک چارٹر تھا، (جس میں آپؓ نے اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں اور اس اسلامی حق حکومت کی نشاندہی پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی کی تھی) بنیادی طور پر سامنے رکھنا چاہیے۔

نیز جس طرح اسلامی حکومت کے فرائض منصبی میں عوام کی مال و جان، عزت و آبرو، علاج و معالجہ، ضروریاتِ زندگی اور بنیادی حقوق کی حفاظت اور فراہمی شامل ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے عقائد و نظریات اور اعمال کی حفاظت ضروری ہے۔ چنانچہ بانی ریاست مدینہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں امت مسلمہ میں پیدا ہونے والے سب سے مہلک فتنوں میں سے پہلا مدعی نبوت اسود عنسی جو ایک کاہن اور شعبدہ باز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حضرت معاذ بن جبلؓ کو حکم بھیجا کہ اس کا قلع قمع کر دیں چنانچہ ان کے لشکر میں سے ایک شخص فیروز نام نے اس کذاب کو جہنم پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی الٰہی مسلمانوں کو خوشخبری سنادی۔ کہ فَازَ فَیروز یعنی فیروز کامیاب ہوگئے۔ ② دوسرا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا۔ اس نے شہر یمامہ میں دعویٰ نبوت کیا اور اس کی جرأت یہاں تک ہوئی کہ اس نے ایک خط قاصد کے ذریعے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جس کی عبارت یہ تھی "من مسیلمة رسول الله الیٰ محمد

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان

رسول الله امابعد- فان الارض نصفهالی و نصفهالك ‘‘ یہ خط مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف ہے۔ امابعد زمین آدھی میری اور آدھی آپ کی۔ مطلب یہ کہ ہم اور آپ مل کر ملک فتح کریں اور باہم نصف نصف تقسیم کرلیا کریں۔ معلوم ہو کہ اصل مقصود ملک لینا تھا۔ اس کے جواب میں حضور خاتم النبیین ﷺ نے حسب ذیل خط بھیجا۔ من محمد رسول الله الی مسیلمة الكذاب۔ امابعد۔ فان الارض لله یورثها من یشأ من عباده و العاقبة للمتقین ۔یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو معلوم ہوا کہ زمین اللہ کی ہے وہ جس کو چاہے وارث بنا دے اور آخرت کا گھر پرہیز گاروں کے لیے ہے۔ مسیلمہ کذاب کے متعلق کوئی انتظام آنحضرت ﷺ نہیں کرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے حبیب کو اپنے پاس بلا لیا۔ خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا اور حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا③ تیسرا طلیحہ اسدی نجد کا رہنے والا تھا اس نے بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے حضرت خالد کو اس کی طرف روانہ کیا۔ اور طلیحہ ان کی شمشیر کا فرکش کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ مگر بعد اس کے تائب ہوگیا④ چوتھی سجاح نام کی ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا کہ حضور کے بعد مرد نبی نہیں بن سکتا یہ نہیں کہ عورت بھی نبی نہیں ہوگی۔ خلاصہ......امت مسلمہ میں پہلا پیدا ہونے والا اعتقادی فتنہ انکار ختم نبوت کا تھا۔ حضور ﷺ کی سنت مطہرہ۔ اور خلافت راشدہ موعودہ کے دور حکومت میں اجماع صحابہ و اہل بیت ؓ کے فیصلہ کی روشنی میں مسلمان حکمرانوں کا منصبی فریضہ بنتا ہے کہ وہ انگریزوں کے خود کاشتہ پودا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی روحانی ذریت قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں پر مکمل پابندی عائد کر کے مسلمانانِ پاکستان کو مطمئن کرے۔

سانحہ ساہیوال

سانحہ ساہیوال پر حکومت سمیت پوری قوم سوگوار ہے اور ملک میں یہ پہلا سانحہ نہیں ہے اس سے پہلے بھی پولیس ماورائے عدالت قتل میں ملوث پائی گئی ہے۔ نقیب اللہ محسود اور ان جیسے سینکڑوں معصوموں کے قاتل راؤ انور کی مثال موجود ہے، مذکورہ واقعہ کو ایک سال گزر گیا ہے قاتل راؤ انور آج بھی آزادی سے گھوم رہے ہیں لیکن مقتول نقیب اللہ محسود کے بوڑھے والد انصاف کے لیے کبھی کراچی کی عدالتوں کے چکر لگا رہے تو کبھی اسلام آباد کے۔ اور اس واقعہ کے متعلق پولیس نے جو

پہلی ایف آئی آر درج کی اس میں حسب عادت مقتول خواتین اور مردوں کو داعش کے خطرناک دہشت گرد قرار دیا گیا۔ واقعے کی ویڈیو کلپس سامنے آنے کے بعد یوٹرن لیتے ہوئے ایک اور ایف آئی آر درج کرائی گئی جس میں سی ٹی ڈی کے ۶ اہلکاروں پر یہی الزام لگا کر انہیں قاتل کے طور پر پیش کیا گیا۔ دونوں ایف آئی آر ایک دوسرے کی ضد ہیں جو پیشہ وارانہ بددیانتی کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ تمام باتیں اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ سانحہ ساہیوال سے اب سبق سیکھا جائے اور محکمہ پولیس میں ایسی اصلاحات لائی جائیں کہ آئندہ ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہو۔

بزم حق چاریارؓ کا قیام

بزم حق چاریارؓ پاکستان کا اجلاس زیر صدارت سرپرست اعلیٰ بزم حق چاریارؓ جانشین قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ واہلبیتؓ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر صاحب مدظلہ منعقد ہوا جس میں بزم کی تشکیل نو پر غور کیا گیا شرکاء کی مشاورت کے بعد درج ذیل عہدیداران کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

نام عہدیدار	عہدہ بزم حق چاریارؓ
صاحبزادہ قاضی محمد طاہر حسین جرار مدظلہ	چیف آرگنائزر بزم حق چاریارؓ
ثناءخوان مصطفیٰ مولانا فاروق معاویہ	چیئرمین بزم حق چاریارؓ
شاعر اسلام مطیع الرحمان اظہر ہاشمی	نائب چیئرمین بزم حق چاریارؓ
شاعر اسلام لیاقت حسین فاروقی	صدر بزم حق چاریارؓ
ثناءخوان مصطفیٰ حافظ ظہیر احمد فاروقی	سیکرٹری جنرل بزم حق چاریارؓ
شاعر اسلام محمد وسیم شہزاد	ڈپٹی سیکرٹری جنرل بزم حق چاریارؓ
ثناءخوان مصطفیٰ ذیشان وزیر	سیکرٹری اطلاعات ونشریات
ثناءخوان مصطفیٰ مولانا یاسر اقبال	ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات ونشریات
مولانا محمد فاروق حیدری	سیکرٹری فنانس

چیئرمین بزم حق چاریارؓ نے کہا کہ بزم حق چاریارؓ تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان کی ذیلی شاخ کے طور پر کام کرے گی اور قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے عقائد، نظریات کی حقیقی ترجمانی کرے گی۔

دستخط سرپرست اعلیٰ بزم حق چاریارؓ

فیوضاتِ مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی وایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ☆

درسِ قرآن: ۴؍جنوری ۱۹۷۶ء	ضبط وترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ○

''اور کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے، لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر، اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا، دیویں گے ہم ان کو دنیا ہی سے، اور جو کوئی چاہے گا بدلہ آخرت میں، اس میں سے دیویں گے ہم اس کو، اور ہم ثواب دیں گے احسان ماننے والوں کو۔'' (سورۂ آلِ عمران: ۱۴۵)

برادران اہل سنت والجماعت! دین کی باتیں سمجھنے کی ضرورت ہے، کسی بات کا شوق ہو یا آدمی کوئی چیز حاصل کرنا چاہے، اس کے دل کی خواہش ہو تو پھر وہ عقل، دماغ، ہمت اور محنت سب خرچ کرتا ہے، دیکھئے! دنیا کا کام ہو تو نصیحت کی ضرورت نہیں، تبلیغ کی ضرورت نہیں، کیونکہ دل میں ایک خواہش ہے کہ مال جمع ہو مجھے عزت ملے، لوگوں کی نظروں میں وقار ہو، یا آرام سے زندگی گزرے، یہ دنیاوی اغراض ہیں، تو اسی فکر میں لوگ ہر وقت ہی لگے رہتے ہیں۔ نہ ان کا کسی پر احسان ہوتا ہے۔ کہ بھائی ہم کسی پر احسان کر رہے ہیں، اور نہ ہی اُن میں سستی آتی ہے۔ اس لیے کہ وہ کام، مطلوب ہے، محبوب ہے، اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کے لیے پھر وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس میں کامیاب ہوں۔ باقی رہا دین کا معاملہ، اس میں کیوں غفلت ہے، سستی ہے، کم ہمتی ہے؟ کیونکہ اس کو ایک عارضی بات سمجھا جاتا ہے۔ تو دین کا معاملہ عموماً مسلمانوں کے اندر الا ماشاء اللہ ویسے ہی ہے اس کا کوئی خاص مقصد نہیں یا نعوذ باللہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں، کوشش بھی نہیں، جس طرح دنیا کا نفع سمجھتے ہیں، اس طرح دین کا بھی سمجھتے، تو جس طرح دنیا کے کاروبار

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

میں خود کوشش کرتے ہیں اسی طرح دین کے کام میں خود بخود کوشش کرتے۔ یہ دلیل ہے کہ اس چیز کی خواہش نہیں، ضرورت نہیں۔

○..... حالانکہ حقیقت کیا ہے؟ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا ہے، تو اس کی غرض دین ہے، دولت، عزت روٹی نہیں۔ عبادت ہے، دین ہے، اللہ کے حکم کی اطاعت ہے۔ یعنی ہمیں تو اس دنیا میں بھیجا اس کام کے لیے گیا ہے، ساری نعمتیں دیں، دل، دماغ، ہاتھ، پاؤں، عقل، ساری طاقتیں دی ہیں کہ ان سے تم نے دین اور عبادت کا کام کرنا ہے۔ تو جو مقصد تھا اس کو نہ سمجھا، اور جو ایک عارضی اور فانی ذریعہ تھا، پیٹ پالے، مکان بنائے سردی گرمی سے بچ جائے، کپڑا پہنے، ننگا نہ رہے، یہ تو ایک ضرورت تھی ذاں وقتی؟ اس کو ساری عمر، دن رات کا مقصد اصلی بنا لیا۔ اور جو اصلی مقصد تھا، جس کا نفع یہاں بھی تھا، قبر میں اور قیامت کے بعد آخرت میں بھی نفع تھا، اس کو بھلا دیا۔ ہر آدمی خود اپنے آپ کا جائزہ لے کہ چوبیس گھنٹے جو میں دن رات کے گزارتا ہوں، تو خود بخود وہ سمجھ لے گا کہ میں زندگی دین کے لیے گزار رہا ہوں یا دین کو نظر انداز کر کے نعوذ باللہ صرف دنیا فانی کے لیے؟ ہر آدمی روز اپنے آپ کو پرکھے کہ میری زیادہ فکر، سوچ، ہمت کوشش کس کام کے لیے ہے؟ تو پھر اگر کچھ بھی احساس ہو جائے تو سمجھے گا کہ میں تو ویسے ہی اپنی زندگی ضائع اور برباد کر رہا ہوں، تو اس اجتماع کا اصل مقصد جو ہے دین کا سمجھنا، سمجھانا اور اس پر عمل کرنا اور کرانا ہے، پھر جو دین پر چل جائے، دین کو اچھی طرح اپنا مقصد حیات مکمل طور پر بنالے، سمجھو وہ خوش نصیب ہے، وہ مرنے کے بعد کامیاب ہے۔

○..... تو ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی حقیقتیں سمجھائی ہیں، اصل تو یہ جنگ اُحد اور شہدائے احد کے سلسلہ میں ہیں، لیکن وقتی طور پر تو کوئی واقعہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات اور نصیحت نازل ہوتی ہے، تاکہ وہ قیامت تک رہے۔ ”وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتباً مؤجلا“ یہ ایک ضابطہ قانون بیان فرمایا کہ کوئی آدمی مر نہیں سکتا، کسی پر موت نہیں آسکتی۔ اُسی وقت موت آئے گی جب اللہ کی طرف سے ایک اذن حکم ہوگا، الا باذن الله کا یہی معنی ہے کہ جو موت ہے، یہ اسباب کے ماتحت نہیں ہے کہ آدمی خواہش کرے تو مر جائے، دوسرا خواہش کرے کہ یہ مر جائے، وہ مر جائے یا دوسرا اس کو مارے اور ضرور وہ مر جائے، یہ اسباب تو ہیں لیکن ان اسباب سے موت نہیں آئے گی۔ موت اس وقت آئے گی جب اللہ کا اذن ہوگا کہ اب اس کی زندگی ختم ہوگئی اور اذن اس وقت ہوگا کہ جو وقت اس نے پہلے اپنی تقدیر اور حکمت کے ماتحت اس کے

لیے لکھا ہوا ہے۔ کتبا مؤجلا کا معنی یہی ہے۔ یعنی ایک تو یہ ہے ناں کہ اللہ تعالیٰ اذن دیں، اس کی موت آجائے، روح قبض کرلیں، وہ تو ہر وقت اختیار والا ہے، قدرت والا ہے، لیکن اس موت کا جو فلسفہ یا حقیقت ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اور زیادہ طور پر سمجھائی ہے کہ وہ پہلے ہی سے اللہ نے اس کا ایک وقت مقرر کرلیا ہے۔ جس کو لکھی تقدیر کہتے ہیں۔ اس نے اپنی حکمت سے کیا، اس میں مخلوق کا دخل نہیں۔ لیکن مومن کا یہ ایمان اور یقین ہونا چاہیے کہ موت اس سے پہلے نہیں آسکتی نہ بعد آسکتی ہے کہ وقت ٹل جائے، اس وقت آئے گی جو وقت اللہ نے لکھ دیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے کس لیے فرمایا؟ تاکہ جو زندگی انسان کو نصیب ہے اس میں محنت کرلے اس مقصد کے لیے، جس کے لیے اللہ نے اس کو پیدا کیا۔ اس فکر میں نہ رہے کہ آج مروں گا، کل مروں گا، خوف علیحدہ بات ہے، کہ بھئی! یا اللہ موت اچھی ہو۔ لیکن یہ فکر لگا رہے مرنا اسی وقت ہے جب وہ اللہ کی طرف سے مرے گا۔

○...... تو موت نے آنا ہے وقت پر۔ موت کے بعد آدمی کچھ کر نہیں سکتا۔ پرچے کا وقت، امتحان کا وقت ختم ہو جائے تو پھر امتحان دینے کا وقت نہیں۔ اس سے پہلے پہلے وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہونے کی تیاری کرلے، یعنی اللہ کے دین کے لیے جتنی کوشش کرنا ہے کرلے۔ عقیدہ تو سب کا ہے ناں؟ عقیدہ نہ ہو تو آدمی کافر ہے۔ لیکن اس حقیقت کو یاد رکھنا اور اس سے کام لینا یہ اصل کمال ہے۔ یہ عقیدہ سمجھا رہا ہوں کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ کیوں فرمایا کہ وقت مقررہ؟ تاکہ آدمی محض موت کے ڈر سے ضروری کام، دنیوی نہ چھوڑ دے۔

○...... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "حُب الدنیا راس کل خطیة" حدیث بڑی جامع ہے، یہ حدیث ایک نور ہے، ہدایت ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے سینے کے اندر دنیا کی محبت آجائے، اس کی جڑ لگ جائے تو وہ درخت بنے گا، محبت دنیا، آج کیا نقشہ ہے دنیا کی محبت کا؟ یعنی دلوں کے اندر گھسی ہوئی ہے۔ اس لیے دن رات چین نہیں ہے۔ نماز چھوڑ دیں گے دولت کے لیے۔ قرآن چھوڑ دیں گے دولت کے لیے۔ تو یہ اس کی محبت کی دلیل ہے ناں؟ اب اس سے وہ ہر طرح کا گناہ کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ایسی فانی چیز میں مبتلا ہے کہ اس کے لیے ہی گناہ کرے گا، حرام کھائے گا، رشوت لے گا۔ جھوٹ بولے۔ عیاشی کرے گا۔ اب دیکھو! دکاندار، دکانداری میں صبح سے شام تک روزانہ کتنے جھوٹ بولتے ہیں، سوچیں تو وہ خود حیران ہو جائیں کہ ہماری کوئی اسلامی زندگی ہے؟ اس کو ہنر اور لیاقت سمجھتا ہے، کلرک یا ملازم یہ شمار کرے کہ میں روزانہ کتنی رشوت کھاتا ہوں اور

کتنا جھوٹ بول کے، دوسروں کو فریب دے کر، حرام کھانے کی کوشش کرتا ہوں؟ اور یہ تو آج کل عام ہے ناں؟ اس لیے برکت نہیں۔ اسلام کا جلوہ نہیں۔ اس لیے کہ اس کے خلاف جو عمل اور کردار غالب ہے، اندھیرا ہو تو نور نہیں ہوگا۔ بدبو ہو تو خوشبو نہیں ہوگی۔ جھوٹ بہت ہو تو سچائی نہیں آئے گی۔ تو یہ دنیا کی محبت ہے جو ہر گناہ کراتی ہے۔ اور جب آخرت کی محبت غالب آجائے گی، دین کی محبت غالب آجائے تو دنیا کی محبت مغلوب ہوتی ہے۔ کماتا بھی ہے حلال کماتا ہے۔ خرچ بھی کرتا ہے تو شریعت کی روشنی میں خرچ کرتا ہے۔ اور پھر اس کو صرف اپنے پیٹ یا بال بچوں پر نہیں لگاتا، بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ جس دین کے لیے اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے، یہ امانت ہے، پیسہ اور دولت اس کے لیے خرچ کروں گا تو یہ عبادت میں خرچ ہوگی۔ تو اس کو دنیا کی محبت نہیں کہتے۔

○ ..... اب آگے عجیب اللہ تعالیٰ نے اصول بیان فرمایا: فرمایا اب آدمی جو چاہے کرے اور جو چاہے چن لے، اسی کے مطابق میں اس کو دوں گا" وَمَنْ يُّرِدْ ثواب الدنيا نوته منها" جو چاہے دنیا کا بدلہ، ہم اس کو ویسے ہی دے دیتے ہیں، اس کی خواہش ہم پوری کردیتے ہیں، اس لیے کافروں کو زیادہ ملتا ہے۔ ان کو دنیا میں دے دیتے ہیں" وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا" اور جو چاہے گا ہم سے آخرت کا بدلہ، ہم وہ دے دیں گے۔ آخرت کے لیے جو خواہش محنت کرتا ہے، تو ہم اس میں اس کو دے دیں گے۔ خواہش پر آدمی پھر عمل کرتا ہے، ارادہ بھی دل کی خواہش کو کہتے ہیں ناں؟ اس کو پھر نیکی کی، عبادت کی، دین کی تبلیغ کی دین کی حفاظت کی توفیق ملتی ہے، اس کے دل و دماغ میں آخرت کی طلب، اللہ کی رضاء ہے تو آخرت ملے گی ناں اس دنیا میں محنت سے؟ ہم اس میں سے دیں گے کیسی بات ہے؟ اس لیے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ہر آدمی ٹٹولے کہ دن رات میری فکر، سوچ، شوق، کس کام کے لیے ہے؟ تو پھر وہ اپنی اصلاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، کہ میں غلط رستے پر جارہا ہوں، " وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ" اور عنقریب ہم بدلہ دیں گے اچھا، ان لوگوں کو جو شکر کرنے والے ہیں، شکر کا معنی، اللہ کی نعمت کی قدر دانی، جو نعمت اللہ نے دی ہے، اس کی قدر کریں، قدر کرنے کا کیا معنی ہے؟ کہ اس کو جس طرح پسند ہے اس طرح وہ نعمت خرچ کریں یہ قدر ہے۔ زبان سے الحمد للہ، یہ تو اظہار ہے ناں؟ اصل جو شکر ہے وہ عمل سے ہے۔ اس طرح خرچ کرے جس طرح اللہ راضی ہے، اللہ کا حکم ہے۔ قدر وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت بھی نعمت ہے، دولت بھی نعمت ہے۔ علم بھی نعمت ہے، نیکی بھی نعمت ہے، جو بھی نعمت اللہ دیتا ہے اس کی قدر

کرے، اس کو اسی جگہ خرچ کرے، جہاں اللہ کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ میں نے یہ چیزیں اس کو دی ہیں تو یہ کس طرح لگاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کلامِ ہدایت اور عجیب کلام ہے، یہ تمہید تھی، یہ حقیقت بتلانی تھی کہ دنیا چاہو تو میں دے دوں گا، لیکن مرنے کے بعد کچھ نہیں، دین چاہو تو میں دے دوں گا اور پھر شکر، قدر کرنے والوں کو میں زیادہ دوں گا۔

○......اس کے بعد فرمایا "وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ" بہت سے ایسے نبی، پیغمبر گزرے ہیں۔ اب دیکھو! یہ نبی کریم ﷺ کی تو آخری امت ہے ناں؟ اور اس امت میں سب سے پہلے اُمتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یہ سمجھ لو۔ ہم تو آج چودہ سو سال کے بعد اُمتی ہیں، رحمۃ للعالمین ﷺ کو مان رہے ہیں۔ لیکن ایک وہ اُمتی ہیں جو حضور ﷺ کے وقت موجود تھے، جو حضور ﷺ کا آمنے سامنے دیدار کرنے والے ہیں جس طرح ہم اس وقت ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں، یہ ہمیشہ تصور پختہ رکھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر اور منزلت وہ کیوں نہیں رہی؟ خودسنیوں کے ذہنوں سے بھی وہ چیز نکل گئی ہے جس کو صحیح عظمت کہتے ہیں، کیونکہ اس طرف توجہ اور دھیان نہیں، اعتقاد تو ہے سرسری۔ تو یہ ایک تصور ہمیشہ غالب رکھا کرو کہ جو مومنین کاملین نبی کریم ﷺ کا آمنے سامنے دیدار کرنے والے، ہر وقت حاضر ہونے والے، جب چاہیں حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہو جائیں، دیدار کریں، جو چاہیں مسئلہ پوچھیں۔ اس وقت ایسے لوگ بھی تھے آج ہمیں کچھ بھی نصیب نہیں۔ یہ چیز کسی کو نصیب نہیں۔ جس طرح ہم اس اجتماع میں بیٹھے ہیں، میں آپ کو دیکھ رہا ہوں آپ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ باتیں سن رہے ہیں، یہ ایک مشاہدے کی بات ہے ناں؟ جس کا تعلق آنکھوں سے دیکھنے سے ہے، کانوں سے ہے۔ تو ایک وہ منظر تھا، ایک وہ وقت تھا کہ سرورِ کائنات ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی طرح حضور ﷺ کو دیکھتے، حضور ﷺ کی بات سنتے۔ یہ بات کسی بعد والے کو تو نصیب نہیں؟ خواہ کتنا بڑا درجہ ہو۔ قطب ہو، غوث ہو، مجدد ہو، کوئی کتنا ہی بڑا درجہ ہو، یہ بات اس کو نصیب نہیں۔ تو یہ آیتیں ان کی تربیت کے لیے ہیں۔ بھئی! استاد کن کو پڑھاتا ہے؟ بھائی! جو وہاں ہوں، جماعت میں، کلاس میں داخل ہوں۔ ایک ہے کلاس یا جماعت، ایک ہے اُن کا استاد۔ دنیا کا ہو، یا دین کا ہو، تو وہ جماعت جو شاگردوں کی ہے وہ بالکل اس کے سامنے بیٹھے گی۔ وہ پڑھا رہے ہیں۔ اس کی جماعت وہی ہے جو وہاں موجود ہیں۔ اب وہ ہیں معلم، وہ ہیں متعلم، وہ ان کو پڑھا رہا ہے۔ سکولوں میں نقشہ جا کے دیکھ لو۔ اس سے

کون پڑھ رہے ہیں؟ جو وہاں موجود ہیں، اُس سے کون سیکھ رہے ہیں؟ جو وہاں موجود ہیں۔ اس کی جماعت کے لوگ کون ہیں؟ جو وہاں موجود ہیں۔ تو اب یہ عجیب بات ہے کہ استاد نے براہِ راست جن کو پڑھایا، ان کو تو کچھ نہ آئے نعوذ باللہ، اور جو صدیوں بعد کہیں کوئی پڑھ پڑھا رہے ہیں تو سب دین ان کے اندر آ گیا؟ یہ دیکھو ناں حماقت ہی تو ہے ناں؟

○......نرا ابلیس کا ذہن ہے کہ اپنے آپ کو آدمی اس زمانے میں، مومن اور جنتی مان لے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی جو جماعت ہے، وہ جو پڑھنے والی ہے براہِ راست نبی کریم ﷺ سے، ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہے چلو جی دو چار آدمی تھے، عجیب تصور ہے؟ یعنی بالکل عقل انصاف سے کورا، پاگل اور احمق کا تصور ہے؟ اور یہ ہماری کمزوری ہے، ہم نے اس بنیاد سے تبلیغ نہیں کی، ایک بات پر محنت نہیں ہو رہی، اس کا نتیجہ ہے کہ اہل سنت میں بھی اپنے استاد اور پیر کی جتنی عظمت ہے نعوذ باللہ۔ اعتقاد کی نہیں بات۔ دراصل ان کے دل و دماغ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی حملہ ہو تو اس کے دل میں ایک دُکھ پیدا ہو؟ کیونکہ جس سے اس کو نفع حاصل ہوا، اس کے سامنے وہ ہے، اور وہ نکل گیا۔ یہ بات کمزوری کی ہے ناں؟ اس لیے اس کی تبلیغ کوئی نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نعوذ باللہ، کسی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی شوشہ چھوڑ دیا، تو وہ چونکہ شرعی عظمت جو ہے وہ کمزور ہے یا نکلی ہوئی ہے تو فوراً وہ اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جیسے مودودی لوگ ہیں، یعنی مانتے ہوئے بھی۔ یہ سمجھ لو! کہ یہ اس ذہن کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس زمانے میں کوئی بھی ہو بڑے سے بڑا ولی ہو حقیقتاً۔ اگر اس کی زبان، قلم سے، صحابیؓ کے خلاف بے ادبی کا لفظ نکلے، تو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا صحیح ماننے والا ہے وہ اس کو اسی وقت چھوڑ دے۔ یعنی اُس عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کو چھوڑ دے گا۔ نہ یہ میرا استاد ہے نہ یہ میرا پیر ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر تو خود بھی کچھ نہیں۔ کوئی ہو۔ یعنی بظاہر کتنا ہم بڑا سمجھ لیں اس کی زبان اور قلم سے، صحابہ کرام کے خلاف نکلے، پھر یہ نہ دیکھے کہ یہ اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا تو اس کے دل و دماغ میں ان صحابہ کی عظمت غالب ہوتی کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی سند دی، یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذہن تھا تو دنیا میں اسلام غالب ہوا۔ کیوں اسلام تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے آیا ہے ناں؟ سلف کی تاریخ کو ہر قوم یاد رکھتی ہے۔ آج قومیں اپنی فرضی تاریخ بناتی ہیں، بھائی! جہاں سے تم چلے ہو، جہاں سے تمہارا مذہب چلا ہے ان کو کوئی نہیں مانتا۔ جہاں سے تمہارا مذہبی تصور نکلا ہے اور جن کی

تاریخ ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ساری دنیا میں اسلام، ان کے ذریعے پھیلا، یعنی ان کی یہ تاریخ تھوڑی ہے کہ کفر کی کوئی طاقت، دنیا میں ایسی زبردست نہیں ہے، جو اس زمانے میں ہو سکتی تھی، اس کو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے شکست دے دی، یہ کوئی دنیا کی تاریخ میں ہے؟ یہ تو انبیاء علیہم السلام کی شخصیتوں کو چھوڑ کے حضرت آدم علیہ السلام کی تاریخ میں آپ کو ایسی جماعت نہیں ملے گی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی، جنھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے فرائض ادا کرتے ہوئے اتنی، بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دی اور ان کی جگہ نظامِ شریعت جاری کیا، اور عدل و امن کا نور پھیلایا؟ آپ یعنی چیلنج دے سکتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی تاریخ میں، یہ جماعت کہیں پہلے ہے تو دکھاؤ؟

○......قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں، حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں، اسلام کی واقعاتی تاریخ صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلیل ہے، تو آج کیوں لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف باتیں قبول کرتے ہیں؟ کیونکہ اُن کی وہ شرعی عظمت نکل گئی، نکل بھی اس لیے گئی کہ اس بنیاد پر تبلیغ ہی چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ نکل رہا ہے اور یہ بھی سمجھ لیں کہ اصل دین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ خاتم النبیین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لیکن قرآن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جا بجا تعریف ہے، ان کے واقعات ہیں، ان کو ہدایات ہیں، تعلیم و تربیت ان کی ہو رہی ہے، جس طرح استاد سمجھاتا ہے۔ بھئی! ایسا نہیں کرنا، یہ کیا ہے تو کیوں کیا ہے۔ یہ قرآنِ مجید میں اسی طرح ہے۔ اور اس پہلو سے تو الا ماشاء اللہ سارے علماء بھی قرآنِ مجید نہیں پڑھتے؟ یعنی ایک تو ہے ناں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت **"ویعلمهم الکتٰب والحکمة"** یہ تو حقیقت ہے ناں۔ ایک تو یہ پہلو ہے ناں، اس کو بھی بھلا دیا۔ اب ایک دوسرا پہلو میں عرض کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست، ایک تو ہے ناں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو فرمائیں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ ہے۔ ایک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ براہِ راست اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تربیت دیں کہ تم یہ کرو، تم نے ایسا کرنا تھا، تم ایسے وقت میں یہ بھول گئے، یہ اللہ کی طرف سے براہِ راست تربیت ہے کہ نہیں؟ اور پھر وہ ساری آیتیں اب تک ہیں، اور رہیں گی۔ کیوں؟ تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمت برقرار رہے۔ سب سے پہلی بات کہ واقعی ایسے لوگ تھے، اور جہاں جہاں تنبیہ ہے ناں، جیسے استاد کرتا ہے، وہاں وہاں ارشاد یہ بھی ہے "رضی اللہ عنہ" کہ اللہ راضی ہو گیا، محض اس لیے کہ ایسی تنبیہات سے، کوئی نادان یہ نہ سمجھے کہ شاید اللہ ناراض

ہوگیا، وہ تربیت ہو رہی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی ایسے الفاظ قرآنِ مجید میں آتے ہیں۔ تو ایک تو یہ بات ہے کہ ان کا نبوت کے بعد قرآنِ کریم میں سے مقامِ صحابیت امت سمجھتی رہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی سنت کی روشنی میں زندگی گزارے، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی میں زندگی گزارے، انفرادی یا اجتماعی، اس کے لیے وہ واقعات اور معاملات سامنے آجائیں گے، جن میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گزرے ہیں، قرآنِ مجید میں صحابہ کی یہ واقعاتی تاریخ اس لیے ہے کہ اس موقع پر ہم اس طرح کریں جس طرح صحابہ نے کیا، یا جس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔ اور ان دونوں پہلوؤں کو عموماً بھلا دیا گیا ہے۔ ترجمہ پڑھنے والوں نے، ترجمہ پڑھانے والوں نے، درس دینے والوں نے، درس سننے والوں نے، مجھے فراغت نہیں حالانکہ اس کی ضرورت ہے کہ ایسی آیتیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت کی ہیں، بالکل علیحدہ جمع کر کے کتاب شائع کی جائے۔ پھر دیکھیں کہ تیس پاروں میں کتنا حصہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے؟

○.....تو اب آپ سمجھیں گے، جو سمجھے ہوئے ہیں، وہ یہ زیادہ بصیرت سے سمجھیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ تہتر فرقوں میں سے بہتر ناری و جہنمی ہونگے؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عرض کرنے پر فرمایا: "ما انا علیه و اصحابی" کہ وہ لوگ جنت میں جائیں گے جو میرے اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوں گے۔ اب سمجھیں گے کہ یہ ضروری تھا کہ نہیں؟ یعنی کتنا ضروری تھا، کیونکہ حضور ﷺ کی مقدس زندگی جو ہے وہ بحیثیت نبی ہے، بحیثیت نبیوں کے سردار کے ہے۔ بحیثیت خاتم النبیین کے ہے۔ حضور ﷺ کے بعد ہمارے لیے ایسی زندگی کا نمونہ چاہیے کہ جو نبی تو نہیں لیکن ہیں ایسے کامل کہ جن پر اللہ راضی ہوگیا، تاکہ ہم بحیثیت غیر نبی اُن کا نمونہ اختیار کریں۔ یہ کوئی نہ کہہ سکے کہ حضور ﷺ تو نبی تھے اللہ کے حکم سے حضور ﷺ نے تو تبلیغ کی، جہاد بھی کیا، ہجرت کی، پیٹ پر پتھر باندھے، اُن کا تو مقام بڑا بلند تھا ناں، ہم تو نبی نہیں؟ اس سے آدمی کو شبہ شیطان ڈال سکتا تھا ناں؟ اس لیے جو نبی تو نہیں ہیں لیکن حضور ﷺ کی تربیت میں انھوں نے کمال حاصل کیا ہے ان کا نمونہ قرآنِ مجید میں مذکور ہوا، اس لیے یہ قرآنِ مجید میں ہے، تاریخ کی بات نہیں عرض کر رہا۔ اللہ سمجھ دیں عمل کی توفیق نصیب ہو۔

چراغِ ہدایت

ارشادات وکمالات

ماخوذ از مکتوبات	عنوان وترتیب
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ	حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمہ اللہ

مسلمانان ہند کے لیے ۳۸ نکاتی پروگرام

حاشیہ مکتوب حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا یہ والا نامہ مسلمانان ہند کے لیے ۳۸، نکاتی پروگرام آج سے تقریباً ۶۶، ۶۷ سال قبل تحریک خلافت کے زمانہ میں قلمبند ہوئے ہیں۔ یہ اپنے اندر جو معنویت رکھتے ہیں، وہ محتاج تشریح نہیں ہیں۔ اگر مسلمانوں کی طاقت منظم ہوتی ان کا مذہب محفوظ ہوتا۔ ان کی تہذیب کی ناروا قطع و برید نہ ہوتی۔ ان کی مساجد محفوظ رہتیں۔ وہ ایک بھاری بھرکم اقلیت میں رہتے ہوئے اپنا خصوصی مقام رکھتے۔ صرف اسی ایک والا نامہ سے حضرت قدس سرہ کے تأثرات مذہبی اور غیرت دینی کا اچھی طرح سراغ مل رہا ہے۔ اس والا نامہ کو بار بار پڑھئے اور انصاف سے کام لیجیے۔ آج بھی اس دستور کے اندر وہ سب کچھ موجود ہے جو لٹی ہوئی قوم اور منتشر و پراگندہ جماعت کو طاقت بخشنے والا اور تریاق سے بڑھ کر کار آمد نسخہ موجود ہے۔ آج بھی حضرت قدس سرہ کی روح بے چین ہو کر قوم کو یہ پیغام دے رہی ہے۔

بارہا نالید و گفت اے قوم مابیدار شو
حصہ خود از حریفاں گیر و گرم کارشو

مکتوب بنام مولانا خلیل احمد صاحب استاذ مدرسہ شاہی۔ محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والا نامہ مورخہ ۲۷، ذی الحجہ ۱۳۴۴ء محرم میں باعث سرفرازی ہوا تھا۔ مگر بوجہ کثرت مشاغل غلبہ تکاسل ارسال عرائض سے معذور رہا۔ امیدوار معافی ہوں۔

قواعد و مقاصد تنظیم مسلم

الف: مسلمانوں کی ہر قسم کی کمزوریاں اور انتشار ان کی ترقی سے مانع ہی نہیں ہے بلکہ ان کو ایک میدان کی طرف دھکیل رہی ہے جس میں سوائے ہلاکت کے اور دوسری کوئی صورت نہیں ہے۔ دوسری قومیں نہایت تیزی سے ترقی کے ہر میدان میں آگے بڑھ رہی ہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے ہر قسم کی خلاف کوشش کرتی ہوئی سدراہ ہیں۔ ان کی ترقی تو درکنار ان کی ہستی بھی ناگوار ہے۔ آزادیٔ ہند جو مذہبی فریضہ بھی ہے، بغیر ان انتشاروں اور کمزوریوں کے دور ہونے کے ممکن الحصول نہیں اور اگر ممکن بھی ہو اور حصول کی نوبت بھی آجائے تو مفید نہیں۔ اس لیے حسبِ ذیل دفعات کے ساتھ تنظیم کی بہت زیادہ اور فوری ضرورت ہے۔

(۱) محلہ وار یا قوم وار نماز کی تنظیم کی جائے

الف۔ ہر محلہ یا ہر قوم میں حسب ضرورت تین تین یا چار چار افراد کو نمازی بنانے کے ذمہ دار ہوں۔ بے نمازیوں کو سمجھا بجھا کر نمازی بنائیں اور جو لوگ نماز نہیں جانتے ان کو نماز سکھلائیں۔

ب۔ خوب کوشش کی جائے کہ قوم یا محلہ کا کوئی بالغ آدمی خواہ مرد ہو یا عورت، بے نمازی نہ رہے۔

ج۔ اس معاملہ میں تمام قوم یا تمام اہل محلہ اتفاق رائے سے کام کریں۔

(۲) شریعت کی ہدایت کے مطابق مردوں کو جماعت کا پابند بنایا جائے۔

(۳) مساجد کی تعمیر اور اصلاح و مرمت کی جائے۔ نیز ان کو پوری طرح آباد کیا جائے۔

(۴) ہر محلہ یا قوم میں ایک نقشہ ترتیب دیا جائے جس میں مسلمان گھروں، افراد، نمازی، بے نمازی، خواندہ، ناخواندہ، بے کار اور کام کرنے والے لوگوں کا اندراج ہو۔

(ب) انجمن شعبہ والنظیر ان

مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ہر قوم اور ہر محلہ میں ایسے نوجوان کی باقاعدہ منظم جماعت ہونی چاہیے جو کہ ہر طرح اور دیگر قومی خدمات کو باقاعدہ انجام دے سکے۔ چونکہ ہمسایہ قومیں بہت زیادہ جتھا بندی کر رہی ہیں اور مسلمانوں پر چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی حملہ آور ہو رہی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کی یہ تنظیم اور زیادہ ضروری ہے۔ امن قائم رکھنا، جان و مال کا

محفوظ رکھنا اور دیگر قومی ضرورتوں کو خوش اسلوبی سے انجام دینا ان کا فرض منصبی ہوگا۔ اس لیے حسب دفعات ذیل پر عمل درآمد کی فوری ضرورت ہے:

۱- فنون سپہ گری سے واقف اور قوت والے لوگ اس جماعت میں کثرت سے داخل ہوں جن کا اصل مقصد اسلام کی حفاظت ہو۔

۲- یہ سب لوگ عہد کریں کہ ہم اسلام کے دل سے حامی اور مددگار رہیں گے۔ اور حسب طاقت مسلمانوں کی خدمت اخلاص کے ساتھ کریں گے۔

۳- ان کی جماعتیں محلہ وار یا قوم وار ترتیب دی جائیں۔

۴- ہر محلہ یا قوم کی جماعت کا ایک شخص سردار منتخب کیا جائے۔ جس کو جمعدار کا لقب دیا جائے۔

۵- والنٹیر عہد کرے کہ میں اپنے سردار کا فرماں بردار اور مطیع رہوں گا۔ جب تک وہ کسی گناہ کے کام یا قومی مفاد کے خلاف کام کا حکم نہ دے۔

۶- ہر محلہ اور ہر قوم کے جمعدار کی اطاعت کرتے ہوئے شہر میں اگر کسی دوسری جگہ ضرورت پڑ جائے تو وہاں بھی ہر قسم کی مدد کرلے۔

۷- قومی جلسوں اور جلوسوں میں بھی حسب ضرورت حصہ لیں۔

۸- اگر کسی طرف کوئی جھگڑا ہو جائے تو حتی الوسع کوشش کریں کہ دفع ہو جائے اور صلح و آشتی قائم ہو جائے۔

۹- اگر جھگڑا دفع کرنے کی کوشش نفع نہ دے اور دوسری ہمسایہ قوم حملہ کردے تو پوری طاقت کے ساتھ مدافعت کریں اور کسی طرح کی کوتاہی روا نہ رکھیں۔

۱۰- مسلمانوں کو بے جا اشتعال اور ناجائز جوش سے باز رکھیں۔

۱۱- خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ہجوم اور جھگڑے کی ابتداء سے حتی الوسع روکیں۔

۱۲- تمام شہروں کے جمعداروں کا ایک سردار بنایا جائے جس کا لقب کپتان رکھا جائے۔ تمام والنٹیر اس کی اطاعت کریں۔

۱۳- یہ کپتان حسب ہدایت ناظم خلافت کمیٹی جملہ کارروائی کرے۔

۱۴- جملہ والنٹیر ان کا باقاعدہ علیحدہ دفتر ہو جس کے مصارف کے لیے چندہ رکنیت سے کارروائی کی جائے۔

قواعد وقوانین دربار شعبہ اصلاح مصارف

چونکہ ہندوستان میں عام طور سے مسلمان شادی اور غمی وغیرہ کی طاقت سے زائد مراسم کی بنا پر روز افزوں افلاس میں مبتلا ہوتا جارہا ہے اور اسی وجہ سے ان کی جائدادیں نکلتی جارہی ہیں اور قرض کا بارگراں برابر اس پر بڑھتا جارہا ہے۔ پنجاب کے مسلمان وہاں کے ہندوؤں کے بہتر ۷۲ کروڑ روپے کے مقروض ہیں۔ مسلمانوں میں بہت زیادہ مرد اور عورتیں اسی کثرت مصارف کی وجہ سے کنوارے پڑے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے قومی نسل کی ترقی مناسب طور پر نہیں ہورہی ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بیماریوں اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

۱۹۱۲ء کی رپورٹ میں مسلمان مردوں میں ۵۳ فیصدی کنوارے دکھلائے گئے ہیں۔ جب کہ ہندو مرد ۴۷ فیصدی کنوارے ہیں۔ اور مسلمان عورتیں ۳۸ فیصدی کنواری دکھلائی گئی ہیں۔ جب کہ ہندو عورتیں ۳۱ فیصدی کنواری ہیں۔ بیوہ عورتوں کی تعداد بھی مسلمانوں میں خاصی ہے۔ یعنی ۱۵ فیصدی عورتیں بیوہ ہیں۔ ہندوؤں میں پندرہ میں ۱۹ فیصدی عورتیں بیوہ ہیں مسلمان مرد متاہل ہندوؤں سے کم ہیں۔ ہندو ۷۴ فیصد متاہل ہیں اور ہندو عورتیں ۸۰ فیصدی متاہل ہیں۔

شادی اور غمی کے بے جا مصارف نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصانات پہنچائے ہیں۔ اس لیے خاص طور پر مسلمانوں کو اپنی باقی ماندہ جائداد کے تحفظ کے لیے اور اپنی نسل کو بڑھانے کے لیے اپنی شادی اور غمی کے مصارف کی طرف پوری قوت کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا حسب ذیل دفعات فوری اصلاح کے لیے تجویز کی جاتی ہیں جس کی بنیاد یہ ہے کہ ہر خاندان میں شادی اور غمی کے مصارف ایسے ہونے چاہئیں کہ جس کو خاندان کا ہر غریب آدمی بلا قرض پورا کرسکے۔

(۱) لڑکے اور لڑکیوں کا بالغ ہونے کے بعد جلد سے جلد نکاح کردیا جائے۔

(۲) شادی اگر شہر میں ہو تو بارات کو کھانا نہ کھلایا جائے۔

(۳) شہر کی بارات میں نکاح کے بعد صرف چھوہارے تقسیم کیے جائیں۔

(۴) اگر بارات شہر کے باہر سے آئے تو اس میں پندرہ آدمی سے زائد نہ ہوں۔

(۵) بارات میں ہاتھی نہ لایا جائے۔

(۶) بارات میں پالکی نہ لائی جائے اور اگر ضروری ہو تو صرف نوشہ کے لیے ہو۔

(۷) گھوڑے بھی نہ لائے جائیں۔ اگر ضرورت ہو تو صرف نوشہ کے لیے۔

(۸) یکہ، گاڑیاں، موٹر وغیرہ ضرورت سے زائد ہرگز نہ ہوں۔

(۹) بارات میں ڈھول تاشہ وغیرہ باجے ایک قلم بند کر دیئے جائیں۔

(۱۰) خدام شاگرد پیشہ سات عدد سے زائد نہ ہوں۔

(۱۱) آتش بازی ناچ وغیرہ ناجائز امور سے کلی پرہیز کیا جائے۔

(۱۲) بارات کو کھانا نہایت سادہ اور کم خرچ کھلایا جائے۔ صرف گوشت روٹی یا صرف پلاؤ پر اکتفاء کیا جائے۔

(۱۳) ۲۴، گھنٹہ سے زیادہ بارات کو نہ ٹھہرایا جائے۔

(۱۴) برادری کو کھانا دینا اور تمام محلہ اور شہر میں تقسیم کرنا بند کر دیا جائے۔

(۱۵) خاص اعزہ واحباب جو شادی میں اعانت کر رہے ہیں ان کو گھر پر کھانا کھلا دیا جائے۔

(۱۶) عورتوں کا زیادہ مجمع نہ کیا جائے۔ صرف خاص خاص اور زیادہ تر قریبی عورتیں ہی بلائی جائیں۔

(۱۷) عورتوں کے لیے بھی نہایت سادہ کھانا تیار کیا جائے۔

(۱۸) رت جگا، بھتوانی، گلگلوں، بروں وغیرہ کی رسوم بالکل بند کر دی جائیں۔

(۱۹) ڈومینوں کا گانا، عورتوں کو جمع کرنا وغیرہ بالکل روک دیا جائے۔

(۲۰) جوڑے صرف دولہن کے واسطے تیار کیے جائیں۔ دولہن کے دوسرے رشتہ داروں کے جوڑے بالکل بند کر دیئے جائیں۔

(۲۱) دولہن کے جوڑے خواہ کتنے ہی ہوں، پچاس روپے سے زائد کے ہرگز نہ ہوں۔

(۲۲) دولہے کا جوڑا دس روپے سے زائد کا نہ ہو، دولہا کے دوسرے رشتہ دار کے لیے جوڑے بالکل نہ ہوں۔

(۲۳) میوہ، بری شکر وغیرہ بالکل ترک کر دی جائیں۔

(۲۴) لڑکے والا زیور تیس روپے سے زائد کا نہ ہو۔

(۲۵) لڑکی والا بھی تیس روپے سے زائد کا زیور نہ دے۔

(۲۶) زیور، جوڑے اور جہیز وغیرہ کا عورتوں اور مردوں کو دکھلانا بالکل بند کر دیا جائے۔

(۲۹) نیوتہ کی رسم بند کی دی جائے۔

(۳۰) حتی الوسع مہر کو فاطمی رکھا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جہاں تک ممکن ہو کم کیا جائے۔

(۳۱) پرجوں مثلاً دھوبی، بڑھی وغیرہ کے حقوق حسب عادت شرع کے موافق دیئے جائیں۔

(۳۲) دیہاتیوں کے حقوق موقوف کر دیئے جائیں۔

(۳۳) عیدی، شبراتی، ساونی، جزاول وغیرہ موقوف کر دیئے جائیں۔

(۳۴) گونہ کی رسم کو بند کر دیا جائے۔

(۳۵) چوتھی کھیلنا اور اس کی دیگر خرافات کو موقوف کر دیا جائے۔

(۳۶) منگنا نہایت سادگی سے کیا جائے۔ اس کے لیے کسی قسم کے خاص مصارف نہ کیے جائیں۔

(۳۷) غیر رسمی طور پر ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو چاہے اور جس قدر چاہے اپنی اولاد اور داماد کو دے۔

(۳۸) مناسب ہوگا کہ اصحاب استطاعت اپنی اولاد اور داماد کے لیے کوئی جائداد خریدیں یا کوئی تجارت کرا دیں۔

سلف صالحین کی اپنے دوستوں کو تین نصیحتیں

(۱)۔ ''جو آدمی آخرت کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے دُنیا کے کاموں کی ذمہ داری لے لیتے ہیں''۔

(۲)۔ ''جو اللہ سے اپنا معاملہ صحیح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے اور مخلوق کے درمیان کے معاملات کو صحیح کر دیتے ہیں''۔

(۳)۔ ''جو شخص اپنے باطن کو صحیح کرے اللہ تعالیٰ اسکے ظاہر کو صحیح فرما دیتے ہیں''۔ (معارف القرآن)

چار اہم مقاصد کے لئے ایک جامع قرآنی دُعا

اوّل و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ذیل کے مقاصد کے لئے مقررہ تعداد میں جس مقصد کے لئے پڑھیں کامیابی ہوگی۔

(۱)۔ شرور و فتن کی حفاظت کیلئے ۳۴۱ مرتبہ پڑھیں۔ (۲)۔ رزق کی وسعت کیلئے ۳۰۸ مرتبہ پڑھیں۔ (۳)۔ کسی خاص کام کی تکمیل کیلئے ۱۱۱ مرتبہ پڑھیں۔ (۴)۔ پریشانی سے خلاصی کیلئے ۱۴۰ مرتبہ پڑھیں۔ (از مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ)

ابطالِ باطل

قسط: 62

ماہ نامہ ''افکارِ العارف لاہور'' کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

گزشتہ شمارہ میں ہم نے امامی ترجمان کے ذوقِ تبرا کے تذکرہ میں اُن کے ایک ہم مذہب علامہ ناصر عباس ملتانی کے حوالہ سے لکھا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں وصیت کر رکھی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے ایصالِ ثواب کے لیے ''دعائے صَنمَیِ قریش'' شائع کر کے تقسیم کی جائے۔ چنانچہ چند سال قبل جب وہ ایک ذاتی تنازعہ میں اپنوں کے ہاتھوں چراغ حیات گُل کر بیٹھے تو ان کی اس وصیت پر عمل کیا گیا اور پاکٹ سائز کی ''دعائے صَنمَیِ قریش'' بڑے پیمانہ پر تقسیم ہوئی۔ شیعیت کی تنگ و پُر پیچ گلیوں میں رقص کرتی تبرائی مکھیوں میں یہ دعا کوئی ہمارے لیے نئی چیز نہ تھی۔ اس لیے ہم بر سبیل تذکرہ ہی اس پر اکتفا کرتے اور فی الحال اس کی تفصیل میں نہ جاتے۔ مگر ہمارے شیعہ قارئین میں سے ایک قاری جو باقاعدہ ماہ نامہ حق چار یارؓ کا مطالعہ کرتے ہیں انہوں نے ہماری اس بات کو محض ہنگامۂ ہاؤ ہو قرار دیا ہے۔ ان کا اصرار ہے کہ آپ وہ مطبوعہ دعا پیش کریں؟ اس میں کیا ہے کس نے چھاپی؟ وغیرہ وغیرہ سو ہم نے مناسب سمجھا کہ اس کے حوالہ سے بھی کچھ گزارشات پیش قارئین کر دیں۔ ''صَنمَیِ قریش'' کا شیعی اصطلاح میں ''قریش کے دو بت'' مراد لیے جاتے ہیں اور اس کا مطلب حضرات شیخین کریمین ہیں۔ اس لیے گزشتہ شمارہ میں ہم نے ''بغض صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم امامی علماء کے خون میں شامل ہے'' کا عنوان دیا تھا۔

علامہ ناصر عباس کے ایصالِ ثواب کے لیے شائع ہونے والی یہ جیبی سائز کی دعا کم و بیش ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اس میں شیعہ علماء کی وضع کردہ تین دعائیں شامل ہیں: ① زیارتِ عاشورا ② دعائے صَنمَیِ قریش ③ زیارتِ وارثہ۔ اس کے بیک ٹائیٹل پر ناصر عباس صاحب کی تصویر بھی چھپی ہوئی ہے اور ''شہید علامہ ناصر عباس فاؤنڈیشن'' کا نام بطور ناشر درج ہے۔ اس کے صفحہ اول پر مندرجہ ذیل عبارت ناشرین نے لکھی ہے۔

وکیل حق زہرہؓ شہید علامہ ناصر عباس (ملتان) کی وصیت کے مطابق زیارت عاشورا اور دعائے صنمیٔ قریش کو پرنٹ کروا کر تقسیم کیا گیا ہے۔ آپ پر واجب ہے کہ ان کی تلاوت فرمائیں اور اپنے بچوں کو بھی یاد کروائیں اور ان دعاؤں کا ترجمہ ضرور پڑھیں تا کہ آپ کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

اسی طرح اگلے صفحہ پر ان کی وصیت درج ہے، جس میں "وصی" کا نام پردۂ اخفاء میں رکھا گیا ہے (یعنی وہ شخص جس کو وصیت کی گئی) اس وصیت نامہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"میں ــــ اور ــــ کو خصوصی وصیت کرتا ہوں کہ مومن بچوں کو یہ دعا حفظ کرنے کا شوق پیدا کریں اور ادارہ کے نام کے بغیر اسے شائع کرتے رہیں۔ اگر میں زندہ رہا اس زیارت عاشورا اور دعائے صنمیٔ قریش کی باقی ساری زندگی خدمت کروں گا اور آر پی ای کو کچھ اور منظور ہے تو میرا ایصال ثواب بھی قرار دیا جائے اور کم از کم ۵۰ بچوں کو یہ دونوں دعائیں یاد کروائی جائیں اور ۵۰۰ فی کس انعام کے طور پر ان بچوں کو دیا جائے۔"

علامہ ناصر عباس کیمپ جیل لاہور

۲۸ مئی ۲۰۱۲ء، لاہور

ہم یہاں ناپاک اور قہر و غضب کو دعوت دیتی اس فرضی اور بناوٹی دعا کی مکمل عبارت تو پیش نہیں کریں گے تاہم چند ایک الفاظ روافض ہی کے اردو ترجمہ کے ساتھ درج کر رہے ہیں تا کہ ایک بار پھر اہل اسلام پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ گالی گلوچ اور پاکان امت پر اظہار بغض و عداوت رافضی علماء کا کس قدر من بھاتا کھاجا ہے۔ صفحہ نمبر ۵، ۷ پر لکھا ہے۔

اللھم صل علی محمد وال محمد اللھم العن صنمی قریش وجبتیھا وطاغوتیھا وابنتیھا الذین خالفا امرك وانكرا وحیك جحدا انعامك وعصا رسولك وقلبا دینك وحرفا كتابك ــ اللھم العنھما واتباعھما واولیآءھما واشیاعھما ومحبیھما الخ۔

"اے خداوند عالم تو محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔ خداوندا تو قریش کے دونوں ظالم، باطل معبودوں اور دونوں شیطانوں اور دونوں شریکوں اور ان کی دونوں بیٹیوں پر لعنت کر جنہوں نے تیرے حکم کی خلاف ورزی کی، تیری وحی کو پیٹھ دکھائی، تیرے انعام کے

منکر ہوئے۔ تیرے رسول ﷺ کی بات نہیں مانی، تیرے دین کو پلٹ کر رکھ دیا اور تیری کتاب کے تقاضوں کو پورا نہیں ہونے دیا...... خداوندا تو ان دونوں اور ان کی متابعت کرنے والوں اور ان کے دوستوں اور پیروکاروں اور ان کے مددگاروں پر لعنت کر۔'' الخ

قارئین کرام!

یہ مطبوعہ دعا اسی قسم کے رذیل الفاظ پر مشتمل ہے جو رفض و بدعت کی خانہ سازی کا ایک بدترین نمونہ ہے۔ ان فرقہ پرستوں کے یہی وہ نیزے ہیں جنہوں نے صدیوں سے امتِ مسلمہ کی رداءِ خوش رنگ کو تار تار کر کے رکھ دیا ہے۔ مذکورہ دعائے صنمیٔ قریش صرف علامہ ناصر عباس ہی نہیں، متقدمین شیعہ علماء و عوام کا بھی وظیفہ ہے اور اس کے پڑھنے کی ان کے ہاں باقاعدگی کی جاتی ہے۔ حضراتِ شیخین کریمینؓ کی مرقدوں پر خداوندِ قدوس کی کروڑوں رحمتیں ہوں، سات سمندروں کے ذخیرۂ آب میں اُتنے قطرات نہیں ہیں۔ صحراؤں کی ریت کے ذروں کی تعداد بھی کم نکلے گی اور آسمان کے ستارے بھی گنتی میں آجائیں گے مگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مقدر کی کرنیں ان سے کہیں زیادہ، زیادہ، زیادہ اور بہت زیادہ ہیں۔ ساری دنیا چودہ صدیوں سے نظارا کر رہی ہے اور صبح قیامت تک کرتی چلی جائے گی کہ کرنیں سورج کے اتنے قریب نہیں ہیں، بینائی آنکھوں کے، سماعت کانوں کے اور دھڑکن دل کے اتنے قریب نہیں ہیں، جتنے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما، محمد کریم ﷺ کے قریب ہیں۔

؎ حاسد حسد کی آگ میں ہمیشہ جلا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ارباب بصیرت!

یاد رہے کہ یہ تبرائی وظیفہ محض رافضی ذاکروں کی ایجاد نہیں ہے بلکہ یہ ان کے علماء نے اپنی معتبر کتابوں میں جھوٹے اور لپاپے فضائل کے ساتھ درج کی ہے، اور یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص مذکورہ دعا پڑھے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے اس نے نبی علیہ السلام کے ساتھ مل کر جنگ اُحد اور تبوک میں جہاد کیا، اور نبی علیہ السلام کے روبرو شہید ہوا۔ اس وقت شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ''تحفۃ العوام'' کے تین مختلف اڈیشن میرے سامنے ہیں، ان سب میں یہ ''دعائے صنمیٔ قریش'' موجود ہے۔ ''تحفۃ العوام'' کامل مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور ۱۹۶۸ء کے صفحہ نمبر ۳۱۷ پر یہ تبرائی وظیفہ مکمل درج ہے، اور اس اڈیشن کی تصدیق کرنے والے نجف اشرف عراق، قُم ایران اور پاکستان کے پانچ مجتہدین کی

تصدیقات درج ہیں اور اس کے مرتب و مولف مولانا سید منظور حسین صاحب نقوی ہیں۔ اسی طرح ''تحفۃ العوام'' مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور کے صفحہ نمبر ۱۸۷ پر درج ہے، اس پر مولانا سید نجم الحسن صاحب اور مولانا مرزا احمد علی صاحب کی تصدیقات کے ساتھ ساتھ تمثیلات بھی چھپی ہیں اور اس کے مرتب مرزا ابو محمد طالب صاحب اشک ہمدانی ہیں، نیز ''تحفۃ العوام'' مقبول و مسند، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی، لاہور کے صفحہ نمبر ۲۵۶ پر درج ہے جسے ایران و عراق اور پاکستان کے بڑے علماء اہل تشیع کی حمایت حاصل ہے۔ نیز کتاب ''وظائف الابرار'' میں بھی متواتر چلی آرہی ہے۔ یہاں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ روافض کے ہاں ''تبرا'' کو کس قدر بلند نظری سے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر دشنام طرازی کرنا ان کے ہاں افضل عمل ہے، چنانچہ ایک بغیضی اور نہایت متعصب امامی بزرگ مولانا برکت علی گوشہ نشین وزیر آبادی نے لکھا ہے کہ:

> ''لہٰذا محبان اہل بیت اس نعمتِ عظمیٰ (تبرا) کے حصول پر اخلاقاً، شرعاً اور فطرتاً مجبور ہیں اور تبرا کو تولا سے بہتر مانتے ہیں، معقولیت بھی یہی حکم دیتی ہے کہ محبوب کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا ہی محبوب سے دوستی رکھنے کا ثبوت ہے۔''

(کلید مناظرہ صفحہ نمبر ۲۷۶، سرفراز بک ڈپو کشمیری بازار، لاہور، ۱۹۸۰ء)

تحفۃ العوام کا موجودہ اڈیشن

یہاں ہم بطور ریکارڈ کے یہ لکھ دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کتاب یعنی ''تحفۃ العوام'' کا موجودہ اڈیشن جو شیعہ مکتبوں پر موجود ہے، اس میں سے مذکورہ دعائے صنمئ قریش نکال دی گئی ہے۔ اب چالاکی یہ کی جاتی ہے کہ اگر خریدار کے متعلق اس کے شیعہ ہونے کی مکمل تحقیق ہو تو اسے پرانا عکسی نسخہ دیا جاتا ہے جبکہ عام خریداروں کے لیے موجودہ کتاب میں سے یہ دعا نکال دی گئی ہے چنانچہ افتخار بکڈپو، لاہور کی مطبوعہ ''تحفۃ العوام'' بھی ہمارے سامنے ہے جو کہ مولانا سید منظور حسین صاحب نقوی کی مؤلفہ ہے، اس میں یہ حذف کردی گئی ہے، جبکہ یہی اڈیشن جب ۱۹۶۸ء میں چھپا تھا تو موجود تھی، جس کا حوالہ گزشتہ سطور میں پیش کردیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ پہلے پہل اس نام سے یہ کتاب حاجی حسن علی نے لکھی تھی، جسے مختلف دور میں معاصر علماء شیعہ کی تصدیقات و تائیدات اور اضافہ جات سے شائع کیا جاتا رہا اور اب اس میں یہ انقلاب بھی آگیا ہے کہ امامی علماء ترمیم و تحریف

کے ساتھ منظر عام پر لاتے ہیں یاد ہے کہ قدیمی تحفۃ العوام میں پہلے بناتِ اربعہ کا بھی ذکر تھا ۱۳۵۱ھ میں جب یہ مطبع نظامی لکھنؤ سے چھپی تو بنات طاہرات کی جگہ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا گیا اور اب تک یہی صورتحال ہے۔

بہرکیف حضرات شیخین کریمینؓ کی اس قدر توہین سے مسلمانانِ عالم کا دلبرداشتہ ہونا تو ایک یقینی امر ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی دراصل انہی پر فطرت کی بے آواز لاٹھی کی ضرب کاری ہے کہ بعد از موت ان کے ایصالِ ثواب میں بھی لعنت ہی کی جاتی ہے۔ اس شخص کے بدقسمت ہونے میں کسے کلام ہوسکتا ہے کہ پس مرگ جس کی روح کو پاکانِ امت پر تبرا کر کے تسکین دینے کی ناروا کوشش کی جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس بدبخت طبقہ کے حق میں دعاءِ ہدایت ہی کر سکتے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم وفی مقامٍ آخر ا ویھدی الیہ من یُنیب۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

باوجودیکہ ہمارے مخاطب موصوف نے اپنی تقریر میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیک جنبش لب توہین کی ہے۔ جس کا تذکرہ گزشتہ شمارہ میں آچکا ہے۔ اور اسی فلسفہ تبرا کے پیش نظر ہمیں ان کی ''دعائے صنمیٔ قریش'' جیسی ناہنجار چیز پر تبصرہ لکھنا پڑا۔ مگر اس سے بڑھ کر ژولیدہ مغزی اور کسی سگ گزیدہ کا پانی سے ڈرنا اور کیا ہوگا کہ موصوف ساری دنیا کی آنکھوں میں دجل وتلبیس کی ڈھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان پر کفر کے فتوی داغتا پھرے، اس لیے کہ اگر ایک شخص یا گروہ اختلاف رائے کی بناء پر کسی دوسرے فرقے یا شخص پر کفر کا فتویٰ داغے گا تو دوسرا بھی اس کے خلاف ایسی کارروائی کرنے کا مجاز ہوگا اور یہ فتوی کفر کا لامتناہی سلسلہ ہوگا جس نے امت کو بہت نقصان پہنچایا۔ اغیار نے ان کے باہمی اختلافات اور تعصبات کو بڑھا کر خوب استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازش کرتے رہتے ہیں۔
> لہٰذا ان سازشوں سے بچ کر اتحاد کی راہ پر چلنا ہی دانشمندی ہے اور اسی میں امت کی کامیابی ہے۔'' (افکار ''العارف'' لاہور صفحہ نمبر ۴۴، اکتوبر ۲۰۱۴ء)

تبصرہ

اب اتحادِ امت کے اس نام نہاد داعی اور مسئلہ تکفیر وعدم تکفیر کے بزعم خویش افلاطون سے کون

پوچھے کہ یہ تکفیری کام، نفرتوں کی تشہیر، انتشار کے منصوبے اور اغیار کے ہاتھوں کٹھ پتلی بننے کے سارے کام روافض نے ہی کیے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی پاکیزہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی، آئمۃ الخلفاء حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر لعن وطعن کو وظیفہ زندگی قرار دیا۔ عبداللہ بن سباء نے مسلمانی کے لبادہ میں یہودیت کا پرچار کیا اور اسی کے اس خطرناک مشن کے وارث حب اہل بیت اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقسیم کے تحت اُمت میں افتراق وانتشار کے اُمور سرانجام دیتے رہے اور آج اُنہی کی صفوں سے زنانِ مصر کی طرح حیرت واستعجاب کے ساتھ اتحاد، عدم تکفیر، اور امت کے حق میں جذبہ خیر خواہی کی جھوٹی فلکاریاں کرکے اہل انصاف کے گرم خون کو ''کھولاؤ'' کے نقطے پر پہنچایا جا رہا ہے۔

قارئین کرام!

بحرالعلوم علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ان کی چند کتابوں میں سے عبارات کی قطع وبرید اور ان میں تحریف وترمیم کرکے ہمارے مخاطب موصوف نے اپنی یعنی امامیہ مذہب کی صداقت ثابت کرنا چاہی تھی، جس کی مفصل اور ناقابل تردید حقائق پر مشتمل بحث ہم نے اس سے قبل چند متواتر قسطوں میں کی ہے، اہل علم اس کا بخوبی نظارا کر چکے ہیں اور الحمد للہ اہل سنت کے گل رنگ چہروں پر مزید شگفتگی آئی ہے۔ امامی ترجمان نے ایڑی چوٹی کے زور سے اُن عبارات کو بطورِ دلیل پیش تو کردیا، مگر ناگہاں جب اُن کے ضمیر نے انہیں ملامت کی تو وہ ضمیر کے خمیر کا سامنا نہ کر پائے اور اپنے ایک مضمون کی آخری سطور کچھ یوں درج کیں

> ''یہ بات ذہن نشین کرلیجیے کہ شیعہ کو اپنا اسلام ثابت کرنے کے لیے کسی مولوی کے فتوے کی احتیاج نہیں ہے اور نہ ہی شیعہ کا اسلام غیر معتدی مولوی کی بیساکھیوں پر قائم ہے۔ لاکھوں بحرالعلوم ہوں، ان کی کیا جرأت کہ وہ اسلام سے خارج کریں۔'' (ایضاً)

یہ عبارت اپنا آپ ہی جواب ہے، ہم اس پر زیادہ تبصرہ کرکے اپنے قارئین کے قیمتی وقت کو ضیاع کی بھٹی میں نہیں ڈالنا چاہتے، تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ کب کسی نے آپ سے مطالبہ کیا ہے کہ آپ فلاں کے فتوے سے اپنا اسلام ثابت کریں؟ کب کسی غیر معتدل نے آپ کو بیساکھی فراہم کی؟ حضور! بیساکھی اُسے فراہم کی جاتی ہے جس کی ٹانگوں میں ضعف ہو، اور جس کی سرے سے ٹانگیں ہی نہ ہوں؟ رہ گیا دعویٰ اسلام، تو ہمیں آپ کے اس دعوی سے خوشی ہوئی ہے، بشرطیکہ اس دعوی پر کوئی ایک آدھ ایسی دلیل بھی پیش کردیں جو ''اسلام'' سے ہم آہنگ ہو، علامہ کلینی سے شیخ قمی تک، اور

علامہ طبرسی سے علامہ طوسی تک، شیخ مفید سے علامہ مجلسی تک، قاضی شوستری سے مولانا دلدار علی تک، اور علامہ علی الحائری سے خامنہ ای وسیستانی تک جو اکابر کام نہ کر سکے اگر وہ آپ کر دیں تو یہ حیات نو کا سند یسہ ہوگا۔ آپ کسی کے فتوی سے نہ سہی، اپنے کردار و اعمال سے تو کم از کم کچھ نہ کچھ ثابت کر دکھائیں۔ بصورتِ دیگر آپ کی یہ بھبکی محض آریائی بھجوں کی بازگشت سمجھی جائے گی۔

امامی ترجمان کا غُل غپاڑہ

اب ہمارے مخاطب موصوف نے مسئلہ تحریف قرآن مجید اور عباراتِ علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ کے ضمن میں حسب استطاعت کذب بیانیاں درج کرنے کے بعد ایک اور پینترا بدلا ہے۔ اور نہایت شکست خوردہ انداز میں امام اہل سنت علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی، مولانا احتشام الدین مراد آبادی، ابوالفضل مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر، مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا محمد نافع رحمہم اللہ تعالیٰ پر حسب عادت پھبتیاں کسی ہیں۔ اگرچہ ان کا جواب لکھنا ہماری سوچ کے مطابق کوئی ضروری نہیں ہے۔ تاہم اپنے قلم پر ہم اس قرض کا بوجھ بھی نہیں رکھنا چاہتے، سو اس پر بھی اپنی معروضات پیش قارئین کرتے ہیں۔ امامی ترجمان نے ماہ نامہ افکار العارف بابت نومبر ۲۰۱۴ء کا آغاز جن سطور سے کیا ہے، ہم بالترتیب اُن کے جوابات درج کریں گے، آگے آگے مسئلہ تحریف قرآن مجید پر پہلے سے جاری شدہ ابحاث کے اہم حصے بھی رقم کریں گے۔ علاوہ ازیں ہم نے ایک سال بیشتر یہ اعلان شائع کیا تھا کہ ہمارے مخاطب موصوف عملاً اور اصلاً مباحث سے کب کے رہِ فرار اختیار کر چکے ہیں اور اب عرصہ دراز سے انہوں نے مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی شخصیت اور ''حدیث ثقلین'' کو موضوع بحث بنا کر محض اپنے مضمون کا پیٹ بھرنے کی مہم جاری کر رکھی ہے۔ ہم بھی اُنہی کی ترتیب پر تردید یا تبصرہ کرتے چلے آرہے ہیں اور ان شاء اللہ بشرطِ زندگی اُن کا کوئی اعتراض تشنہ جواب نہیں چھوڑیں گے۔ موصوف نے اس سے قبل بھی (جن کے جوابات ہو چکے) اور اب مزید اپنی ستم کاریوں اور دشنام طرازیوں میں امام اہل سنت علامہ لکھنوی رحمہ اللہ پر کچھ یوں تبصرہ کیا ہے۔

(جاری ہے)

[کنزِ مدفون]

ترتیب واملاء وحواشی : مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت

(مسلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسترشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین ومریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسبِ ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اوران کے نام سے ہی وہ خط شامل اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہوتو وہ اصل یا صاف سُتھری فوٹو کاپی ارسال فرما کر اس کارِ خیر کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

بنام مولانا مخلص عبداللہ صاحب (۱)

(۲۰۷) سلامِ مسنون!

حالات معلوم ہوئے۔ سنی تحریک الطلبہ کے حق میں تو جلوس نکال لیں لیکن خطرہ یہ ہے کہ اس میں توڑ پھوڑ ہوتو بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ شیعوں کو آمد ورفت کرنے دیں، ان کو کوئی دقت نہ ہو اور آپ اس میں بالکل دخل نہ دیں کیونکہ سنی شیعہ تنازعہ کو سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں صحت کی کمزوری کی وجہ سے معذور ہوں، باقی ان کے جلوس کو پولیس سنبھال لے گی، خود تو اتنی پوزیشن نہیں ہے کہ ہم اس طرح کریں، سنبھل کر قدم رکھیں، بعض جذباتی نوجوانوں کی وجہ سے سنی تحریک الطلبہ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے جو کیس جمعیت طلبہ کا ہے اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں، اُس کے لیے جلوس نہ نکالنا ہی مناسب ہے۔

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
(تاریخ وسن ندارد)

---

(۱) تحریک خدام اہل سنت چکوال کے امیر، مرکزی جامع مسجد بلکسر کے منتظم وخطیب، سُنی تحریک الطلبہ کے بنیادی محرک، قائد اہل سنتؒ کے دیرینہ عقیدتمند اور مذہبی، سیاسی وتحریکی اعتبار سے فعال شخصیت ہیں۔

(۲۰۸) سلام مسنون

نام ''کنونشن'' رکھ لیں، چونکہ ۲۱ مارچ کو جہلم کا جلسہ ہے اور سنی تحریک الطلبہ اور سنی خدام فورس زیادہ تعداد میں لے جانے کا پروگرام بنائیں، جہلم کے دس مارچ کے اجلاس میں تھوڑی تعداد میں لے جائیں تاکہ اس پر زیادہ خرچ نہ پڑے۔ حضرو میں حافظ محمد رفیع صاحب کو لکھیں کہ وہ مولانا عزیز الرحمٰن الہ آباد والوں کو، اور اوکاڑہ، لاہور، گوجرانوالہ اور گجرات سب جگہ دعوت نامے بھیج دیں۔ کنونشن کے لیے اشتہار کی بجائے دعوت نامے ہونے چاہئیں، جس میں پروگرام کی مکمل تفصیل درج ہو۔ اجلاس صبح سے عصر تک رہے گا۔ صبح دس بجے کا وقت مقرر کریں اور خاص خاص تقریریں ان طلبہ کی ہوجائیں جو زبانی تقریریں کرسکیں، اس اجلاس کا اصل مقصد سنی تحریک الطلبہ کی اہمیت سمجھانا ہے۔ دعوت نامہ جہلم سے ہی شائع ہوگا۔ ۵ر فروری کو سنی تحریک الطلبہ جلوس نہ نکالے، جب چھٹی ہے تو کالج میں ہی نہ آئیں۔ یوم کشمیر کے جلوس کی آڑ میں مودودی لوگ اپنا نام بناتے ہیں۔

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

---

(۲۰۹) سلام مسنون!

① مولوی امیر محمد صاحب نے مجھے بھی لکھا ہے کہ مسجد میں سنی تحریک الطلبہ کے دفتر کا ہونا مناسب نہیں۔ اور میری رائے بھی یہی ہے وہاں دینی طلبہ کا حرج ہوگا۔ خلط ملط بھی ٹھیک نہیں۔

② الیکشن کے لیے گاڑی بھی چندہ کرکے ہی بنانے کا ارادہ ہے، آپ معلوم کریں کہ کتنا خرچ آجائے گا؟

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

---

(۲۱۰) سلام مسنون

پرچم ارسال ہے، ماشاء اللہ بہت اچھا ہے اب اس پر کڑھائی سنی پرچم کی طرح ہو، اور اس پر سنی پرچم کی طرح S.T.T لکھا ہو، بیج پر ابھی غور کرنا ہے۔ میں خود بہت مصروف ہوں۔ ماہنامہ حق چار یار کے لیے مضامین تیار کر رہا ہوں اس لیے فارم رکنیت آپ خود احباب کے مشورہ سے تجویز کرلیں بعد میں میں اصلاح کردوں گا۔

والسلام ...... خادم اہل سنت

(۲۱۱) جناب مخلص صاحب...... سلام مسنون

① دو قسم کے تعویذات ارسال کر رہا ہوں، بڑے تعویذ پینے کے لیے ہیں، ایک مریض باوضو صبح و شام ایک ایک پیالی پانی پی لے، کل آٹھ پیالیاں بنالیں۔ یہ جادو، آسیب اور امراض وغیرہ کے لیے مفید ہے۔ یا حسب ضرورت ایک مریض کو تین یا چار بار بھی دے سکتے ہیں۔ اور جن کو جسم میں زیادہ درد رہتا ہو وہ عرق میں ڈال کے پی لیں۔

② چھوٹے تعویذ گلے میں باندھنے کے لیے ہیں، ان کو کاٹ لیں اور قلعی یا موم کے کاغذ میں لپیٹ کر چمڑے میں سلوالیں، یہ بچوں اور بڑوں، سبھی کے لیے ہیں۔

والسلام..... خادم اہل سنت

---

(۲۱۲) سلام مسنون

ڈگری کالج چکوال کے طلبہ کے متوقع انتخابات میں حصہ لینے کے لیے محمد حنیف صاحب اور امیر حسین صاحب آزاد امیدوار کی حیثیت سے صدارت کا الیکشن جیتنے کے لیے کھڑے ہوگئے ہیں اگر دونوں کھڑے رہتے ہیں تو سنی تحریک الطلبہ کے ووٹ تقسیم ہو جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک امیدوار کو نقصان پہنچے گا۔ اس لیے ان دونوں میں ایک تحریری معاہدہ طے پایا ہے، جس سے بڑی مسرت ہوئی ہے، اس سلسلہ میں دونوں سے میری ملاقات ہوئی ہے، دونوں کو اکٹھے بھی بلایا اور علیحدہ علیحدہ بھی! اور متعدد پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا۔ جس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان دونوں میں سے سنی طلبہ کے موقف کے پیش نظر امیر حسین زیادہ باصلاحیت ہے اس لیے میں اس کے حق میں فیصلہ دیتا ہوں۔ اب طلبہ اس کو ہار جیت کا مسئلہ نہ بنائیں، کیونکہ ان کے مابین تحریری معاہدہ ہو چکا ہے۔ محمد حنیف صاحب کا یہ ایثار ہوگا اور امیر حسین پر بھی ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوگئی ہے۔ جس کے لیے ان کو بڑی محنت کرنا پڑے گی۔

② محمد حنیف صاحب اور دوسرے سنی طلبہ اس اہم کام میں امیر حسین صاحب سے پورا پورا مخلصانہ طور پر تعاون کریں اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

③ اصل مقصد الیکشن نہیں، بلکہ سنی طلبہ کو اپنے سنی حق مذہب کی بنیاد پر منظم اور متحد کرنا ہے۔ نبی کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں وہی لوگ آخرت میں نجات پائیں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر چلیں گے (ما انا علیہ واصحابی) اس معجزانہ ارشادِ رسالت کا مصداق امت میں اہل سنت والجماعۃ ہیں جو سنت رسول ﷺ اور جماعتِ رسول ﷺ کی

پیروی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، امہات المومنین، خلفاءِ راشدین، امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنتی تسلیم کرتے ہیں۔

④ سنی تحریک الطلبہ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ سنی طلبہ اپنے مسلک حق پر قائم رہیں، صوم و صلوٰۃ کی پابندی کریں، اعمالِ صالحہ کو بجالائیں۔ منکرات سے بچیں اور اپنے مذہب حق اہل سنت والجماعت کی اتباع، تبلیغ اور نصرت میں اپنی زندگی وقف کردیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
۱۲، دسمبر ۱۹۸۹ء
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

مسافرانِ آخرت

① جامع مسجد حق چار یارؓ تلہ گنگ (چکوال) کی مسجد کمیٹی کے بزرگ ممبر، صوم و صلوٰۃ کے پابند، ذاکر وشاغل، سماجی و معاشرتی طور پر انتہائی مقبول، بزرگانِ دین و علمائے دیوبند کے انتہائی عقیدت مند، جماعتی فیصلوں کے پابند، ریٹائرڈ پرنسپل پروفیسر محمد اکبر نیاز صاحب ۱۳ دسمبر ۲۰۱۸ء کو ② جامعہ مظہریہ حسینیہ (جھان سومرو سندھ) کے طالب علم غلام حیدر کھوسہ کے نانا جان ③ طالب علم محمد منور لنڈ و سجاد لنڈ کے چچا جان ④ منور باورچی کے والد ماجد ⑤ مولانا نعمان صاحب گراوڑی (گجرات) کے والد صاحب ⑥ مولانا سعید صاحب کتوار (گجرات) والے کی والدہ صاحبہ ⑦ مولانا عبدالرحمٰن صاحب گنجاہ (گجرات) والے کے والد ماجد میر اسلم صاحب ⑧ عاشق حسین، ابرار حسین، اخلاق حسین اور نعیم کی والدہ ماجدہ اور قاری حاکم علی چار یاری صاحب کی پھوپھی صاحبہ کھبنی خانپور گجرات میں ⑨ مولانا کامران صاحب چھوکر خورد (گجرات) والوں کے والد صاحب ملتان میں ⑩ خادم اہلسنت محمد شکور بہاری صاحب (چکوال) کی والدہ صاحبہ بنگلہ دیش میں قضاء الٰہی سے انتقال فرما گئی ہیں۔

حق تعالیٰ جملہ مرحومین کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے (ادارہ)

نجومِ ہدایت　　　قسط: ۲

ہمنشینانِ رسالت ﷺ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم

مقام صحابیت حدیث کی رو سے

اسلام دین فطرت ہے اور اس میں ایک کام پر سب مزدوروں کی مزدوری برابر چاہیے، انگلینڈ میں کسی کارخانے میں ایک کام پر مختلف کاریگروں کو مختلف مزدوری ملے تو اسے بلیک میلنگ کہا جاتا ہے۔ ہم احاد امت بھی اس طرح کے انسان نہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے گو ان کا درجہ اپنی جگہ بہت اونچا ہے لیکن کیا وجہ ہم اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور حضور اکرم ﷺ کا ایک ہمنشین ایک مد کے برابر یہ نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس صحابی کی نیکی اس ایک عام امتی سے بڑھ جائے، مزدوری کا یہ فرق ہمیں اس دنیا کے کسی دائرہ میں نہ ملے گا۔ اس کے مقابل ہم مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے مقام سے کہیں مختلف دیکھتے ہیں۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

لاتسبوا احداً من اصحابی فان احدکم لو انفق مثل احد ذھبا ما ادرك مد احدھم ولا نصفه۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۱۰)

"تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی برائی نہ کروتم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا دے تو وہ میرے صحابی کے ایک مد خرچ کرنے یا نصف مد سونا خرچ کرنے کے برابر نہ اترے گا۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے کوئی غلطی ہو ہی نہ سکے گی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کچھ بھی ہو تم نے ان پر انگلی نہیں اٹھانی۔ شریعت کی یہ حکمت ہے کہ تم نے ان کی کسی غلطی کو غلطی نہیں کہنا تمہارا یہ مقام نہین کہ تم ان پر کوئی سوال اٹھاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے امت کو یہ لائحہ عمل دیا تھا کہ تم نے انہیں کسی اعتراض کا نشانہ نہیں بنانا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتتخذوھم غرضا من بعدی۔ (رواہ الترمذی)

صحابہ وہی ہیں جو یہ صفات پائے ہوئے تھے۔ منافقین کو آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف تھے مگر وہ آپ ﷺ کی معیت سے محروم تھے۔ صحابی صرف وہی تھے جو آپ ﷺ کی معیت پائے ہوئے تھے، اور وہ منافقین کو نصیب نہ تھی۔ ہم نشینان رسالت کا لفظ فقط انہی پر صادق آتا ہے جو معیت رسالت سے عام مالا مال رہے۔ منافقین وار دان حلقہ رسالت میں تو دیکھے گئے، لیکن وہ ہم نشینان رسالت سے ہمیشہ کسی فاصلے پر رہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو صفات بیان کی ہیں وہ منافقین میں کہیں نہ دیکھی جاتی تھی، آپ فرماتے ہیں:

لقد رأيت اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فما ارٰى احداً يشبههم منكم لقد كانوا يصبحون شعثاً غبراً وقد باتوا سجداً و قياماً يراوحون بين جباههم وخدودهم ويقفون على مثل الجمر من ذكر معادهم (نهج البلاغه ص ۲۸۸)

”بے شک میں نے محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے میں تم میں سے کسی کو ان سے ملتا جلتا نہیں دیکھتا۔ وہ صبح کرتے تھے اس حال میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اَٹے ہوئے تھے وہ رات کو سجدوں اور قیام میں گزارتے ہوتے تھے۔ اس حال میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے اور کبھی رخسار اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں۔“

اس عبارت کے شروع میں دو لفظ متقابل ہیں:

۱- اصحاب محمد اور ۲- دوسرا منکم۔

منکم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہ نام کے محب ہیں جو اپنے آپ کو شیعان علی کہتے تھے اور صحابہ کا لفظ شیعہ سنی نزاع میں اہل بیت کے متقابل آتا ہے۔ پھر اس خطبہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہی صفات کا ذکر کر رہے ہیں۔ جنہیں ان مباحث میں صحابہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا۔

صحابی کا لفظ کبھی اپنے لغوی معنی میں بھی ہوتا ہے

صحابی کا لفظ کہیں اپنے اس اصطلاحی معنی کے خلاف بھی ملتا ہے وہاں اس کے ایک عام معنی مراد ہوتے ہیں اس کی پہچان یہ ہے کہ ان کے لیے کہیں دوسرے الفاظ بھی ملتے ہوں جیسے ”امتی یا رجال

من امتی'' سوانہیں ہمنشینانِ رسالت (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) اپنی اصل اصطلاح میں نہیں کہا جاسکتا مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یرد علی یوم القیمة رهط من اصحابی فیحلئون عن الحوض فاقول یا رب اصحابی۔

''قیامت کے دن میرے اصحاب سے کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے سوانہیں حوض پر نہ آنے دیا جائے گا میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں۔''

جب میں حوض پر کھڑا ہوں گا تو ایسے لوگ بھی میرے سامنے لائے جائیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا میں کہوں گا یہ میرے صحابی ہیں مجھے کہا جائے گا:

فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقری (صحیح بخاری ج ۲، ص ۹۷۴)

''آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی نئی باتیں گھڑیں یہ تو اپنے پاؤں الٹے واپس ہو چکے ہیں۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہاں **یا ربمنی و من امتی** کے الفاظ ہیں (دیکھیے صحیح بخاری ص ۹۷۵) اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی بینهم فاقول انهم منی۔

''پھر یہاں یہ بھی دیکھیے کہ انہیں اقوام (کئی قومیں) کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک دور کے لوگ نہیں ہو سکتے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مختلف ادوار میں دین میں مختلف بدعات وضع کیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ **یا رب اصحابی** کی روایت میں لفظ اصحاب اپنے خاص اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔

فی اصحابی اثنا عشر منافقافیهم ثمانية لایدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ثمانية منهم تکفیهم الدبیلة واربعة لم احفظ ما قال الشعبة فیهم۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۹)

ایک دوسری روایت میں فی اصحابی کی بجائے فی امتی کے الفاظ ملتے ہیں:

ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی امتی قال...... واحسبہ قال حدثنی حذیفہ وقال غندراراہ قال فی امتی اثنا عشر منافقا۔

سو یہاں فی اصحابی اپنے عام معنی میں وارد ہوا ہے اپنے اصطلاحی معنی (ہمنشینان رسالت) میں نہیں اور اس سے آپ ﷺ کی امت کے عام لوگ مراد ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں ان میں کوئی منافق کیسے ہوسکتا ہے۔

اس طرح کتب حدیث سے اور بھی کئی روایتیں ملتی ہیں جہاں لفظ صحابی اپنے خاص اصطلاحی معنی میں نہیں اپنے عام معنی امتی میں استعمال ہورہا ہے۔

اس باریک فرق کو سمجھ نہیں پائے اور انہوں نے اسی نادانی میں لکھ دیا۔

سو ضروری معلوم ہوا کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہم نشینان رسالت کے طور پر متعارف کرادیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ یہ مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ بذریعہ قانون ان کی عزت اور شان کا تحفظ کیا جائے اور ان پر کوئی مسلمان کسی بدنیتی سے کسی قسم کی تنقید نہ کرسکے۔

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب اطال اللہ حیاتہ فرماتے ہیں

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ میں صحابیتؓ خود ایک شرف ہے جو کسی علمی کمال یا عملی محنت پر مبنی نہیں، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا علم ہو یا حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کا علم وعمل کا کوئی کمال صحابیت کی برابری نہیں کرسکتا۔

(حدیث شرف میں حضرات صحابہ کرامؓ کو نجوم رشد و ہدایت بتلایا گیا ہے اور حضرات اہل بیت کو سفینہ نجات وفلاح)

سو آنحضرت ﷺ کے فرمان عالیہ کے مطابق اہل سنت والجماعت حضرات اہل بیت عظام اور صحابہ کرامؓ دونوں کی محبت کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جو سفینہ اہل بیتؓ سے دور ہوگا وہ بحر ضلالت میں غرق ہوجائے گا اور جو سفینہ اہل بیت میں سوار ہوکر صحابہ کرامؓ جیسے نجوم ہدایت کی ضیا پاشیوں سے محروم ہوگا وہ بھی بحر ضلالت میں غرق ہوگا کیونکہ سمندر میں اندھیرے اور تاریکی میں ستاروں کی روشنی ہی مسافر کی رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے۔

نجوم ہدایت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات

حضرت مولانا محمد میاں صدیقی صاحب ☆

خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتی خصوصیات اور محاسن و کمالات کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان کی بہت سی خصوصیات منفرد ہیں، ان میں کوئی ان کا ساجھی اور شریک نہیں بارگاہ نبوت میں ان کا جو مقام اور مرتبہ تھا۔ اس کے اندازے کے لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کافی ہے جو آپ نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا کہ میں نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات ایسے ہیں کہ میں ان کا بدلہ دینے سے قاصر ہوں۔ ان کا بدلہ اور صلہ انہیں صرف خدا دے گا۔ جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال و دولت میرے کام آیا اتنا کسی کا روپیہ میرے کام نہیں آیا۔“

○...... آپ نے اپنے وصال سے پانچ روز قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں آپ نے فرمایا: ”اگر میں اس امت میں کسی شخص کو اپنا خلیل بنا سکتا یعنی اسے وہ محبت دے سکتا جو محبت کی آخری منزل ہے اور جسے صرف اللہ جل شانہ کے لیے مخصوص کیا جا سکتا ہے تو میں یقیناً اس کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرتا تاہم جب تک ہم دونوں اس دنیا میں ہیں ہماری رفاقت اور اخوت قائم اور باقی رہے گی۔“

○...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بطور خاص دو اعزاز آپ کو ایسے حاصل ہوئے جس میں آپ بلاشبہ منفرد ہیں۔ سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا، اور دوسرا آپ کی حیات پاک ہی میں نماز کی امامت کا، جب حضور علیہ السلام مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو وصال سے پانچ روز پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لیے صدر دروازہ کے علاوہ جتنے دروازے ہیں وہ سب بند کر دیے جائیں۔ صرف وہ دروازہ باقی رہنے دیا جائے جس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا اعزاز تھا جو انھیں بارگاہ نبوت سے عطا ہوا۔ پھر مرضِ وفات ہی میں آپ نے فرمایا کہ: ”ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی حیات طیبہ میں نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔

☆ ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

○.....قرآن حکیم کی کئی آیات کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔
تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واحد صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں خود قرآن نے نبی کا ''صاحب'' کہا۔ واقعہ ہجرت کے ذکر میں کہا گیا: **ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا (توبہ:۴۰)** (دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تم گھبراؤ مت بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں)۔ عربی زبان میں صاحب اور صحابی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ساتھی، دوست، رفیق، اور اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی علیہ السلام کا ثانی کہا۔ اور نبی کا ثانی وہی ہوسکتا ہے جو نبی کے بعد سب سے افضل و برتر ہو۔
○.....علمی مفاخر میں بھی آپ سب سے بلند تھے۔ قرآن کے اسرار و رموز کو سب سے زیادہ جاننے والے۔ جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر وصال سے کچھ عرصہ پہلے ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کی مدد اور فتح و نصرت آچکی، اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، تو اب آپ اپنے پروردگار کی تسبیح بیان کیجیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔
سورت نازل ہونے کے بعد حضور علیہ السلام نے ان تمام صحابہ کو سنائی جو اس وقت موجود تھے۔ سب نے وہی کچھ سمجھا جو سورت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ آیتیں سن کر رونے لگے۔ وہ اس رمز اور اشارہ کو سمجھ گئے جو ان آیات کے لفظوں میں پنہاں تھا۔ اور وہ یہ کہ اس میں حضور علیہ السلام کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کی طرف اشارہ ہے۔
○.....حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اس میں فرمایا کہ: اللہ نے اپنے ایک نیک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں جسے چاہے پسند کرلے۔ یعنی چاہے دنیا میں رہے اور چاہے آخرت میں۔ سو اس نیک بندے نے آخرت کو یعنی اللہ کے پاس جانے کو اختیار کرلیا۔ یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے اختیار رونے لگے، اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، کاش ہم! اپنے آپ کو اور اپنے ماں باپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرسکیں! ہمیں سخت تعجب ہوا کہ نبی علیہ السلام تو یونہی ایک شخص کا حال بیان کر رہے ہیں کہ اسے اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے تو اپنے اللہ کے پاس چلا جائے۔ اس میں بھلا رونے کی کیا بات ہے۔ لیکن ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں راز تھا۔ اور وہ یہ کہ اللہ

کے نیک بندے سے خود حضور علیہ السلام کی اپنی ذات اقدس مراد تھی۔ اس راز کو صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نکتہ رسی، ذکاوت اور علم وفہم نے پایا۔ ہم میں سے کوئی بھی اس نکتہ کو نہ پا سکا۔

○..... خطابت اور فصاحت و بلاغت میں بھی آپ کا درجہ مسلم تھا۔ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا، اس کے ایک ایک لفظ سے جہاں اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ قرآن کے اسرار و رموز پر آپ کی نظر سب سے زیادہ گہری اور وسیع تھی، وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس خطبے کا ہر ہر لفظ اور فقرہ فصاحت و بلاغت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابہ کرام کا کہنا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبے سے ہماری حیرت کا عالم دور ہوگیا، انہوں نے قرآنی آیات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر اس طرح استدلال کیا کہ ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے اس سے پہلے ہم نے یہ آیتیں سنی ہی نہ تھیں۔

○..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو فتویٰ کون دیا کرتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

○..... علم تعبیر سے آپ کو اس حد تک واقفیت تھی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں خواب کی تعبیریں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا کروں۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ: میں سیاہ بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں، پھر دیکھتا ہوں کہ سفید بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں، اور سیاہ بکریاں سفید بکریوں میں گم ہوگئیں ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے برجستہ یہ تعبیر بتائی کہ یا رسول اللہ! وہ سیاہ بکریاں عرب کے مسلمان ہیں، اور سفید بکریاں عجم کے مسلمان ہیں، جو اپنی کثرت کی وجہ سے عرب کے مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! تم نے سچ کہا، یہی تعبیر مجھے فرشتہ نے بتائی ہے۔

○..... سنتِ رسول کا علم بھی سب سے زیادہ آپ کو تھا۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ نبوت و رسالت کے تیئس برس میں حضور علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ رفاقت آپ ہی کو حاصل رہی۔ دوسرے یہ کہ آپ نبوت سے پہلے بھی نبی علیہ السلام کے ذاتی دوست اور ہم راز تھے، آپ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ فلاں وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کہی ہے وہ کس پس منظر میں کہی ہے، اس سے آپ کی کیا مراد تھی۔ اور کون لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب تھے؟

○..... نسب ناموں کا علم، عرب میں بہت ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس علم کو سب سے زیادہ جاننے والے آپ تھے۔ شعر گوئی میں خاص مہارت رکھتے تھے، نہایت فصیح و بلیغ شعر کہتے تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد آپ نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔

شعر کے علاوہ آپ کی نثر بھی فصاحت و بلاغت کا پیکر ہوتی تھی۔ جیسا کہ آپ کے خطبوں سے ظاہر ہے۔

○......آپ کی معاملہ فہمی اور قوتِ فیصلہ پر لوگوں کو اتنا اعتماد تھا کہ اسلام سے پہلے بھی اہل مکہ کے جھگڑوں میں ثالث کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بطور خاص قتل کے مقدموں میں آپ ہی کو حکم اور منصف مقرر کیا جاتا تھا، اور آپ کے فیصلے بے چون و چرا تسلیم کیے جاتے تھے۔

○......لوگوں کو جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا اور وہ اس کا حل آپ سے پوچھتے تو آپ پہلے اس کا حکم قرآنِ حکیم میں تلاش کرتے، وہاں نہ ملتا تو سنت رسول سے رجوع کرتے۔ اگر وہاں بھی نہ پاتے تو پھر اجتہاد کرتے اور قرآن وسنت کی روشنی میں کوئی فیصلہ کر کے لوگوں کو اس سے آگاہ کرتے، اس طرح آپ تمام مجتہدین امت کے شیخ اور استاد ہیں۔ اور آپ کو امت مسلمہ کا پہلا مجتہد ہونے کا فخر حاصل ہے۔

○......جس طرح دنیا میں آپ کو جناب رسالت مآب ﷺ کی رفاقت حاصل رہی اسی طرح وفات کے بعد بھی آپ اس رفاقت سے محروم نہیں ہوئے اور انہی کے پہلو میں جگہ پائی۔

آپ کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تبصرہ بہت جامع ہے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت علی تشریف لائے، چہرے سے چادر اُٹھائی اور فرمایا: ''اے ابوبکر! آپ رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے، ان کے راز دار تھے، معتمد تھے، آپ سب سے پہلے ایمان لائے، آپ نے اللہ کے دین کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا، مسلمانوں پر سب سے زیادہ شفیق اور مہربان تھے، اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، بارگاہِ رسالت میں آپ سب سے زیادہ مقرب اور عزت والے تھے، اخلاق و عادات میں رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

اے ابوبکر! آپ نے اس وقت اللہ کے رسول کی تصدیق کی جب دوسروں نے انھیں جھٹلایا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا، آپ نے اللہ کے رسول پر اپنا مال و دولت اس وقت نچھاور کیا جب لوگ بخل کرتے تھے۔ ہجرت کے سفر میں آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ غار میں ان کے ساتھی رہے۔ آپ پر اللہ کی طرف سے سکینہ اور وقار اتارا گیا۔

آپ کو اللہ نے اپنے رسول کا خلیفہ بنایا اور آپ نے وہ کام کیا جو کسی رسول کے خلیفہ اور نائب نے نہیں کیا تھا۔ آپ کی خلافت مسلمانوں کے لیے عزت و قوت اور منافقوں اور کافروں کے لیے ذلت و پسپائی کی علامت تھی۔

خدا کی قسم! اب کبھی مسلمان آپ جیسے شخص کی وفات اور جدائی کی مصیبت نہیں اٹھائیں گے۔ خدا آپ کو اپنے ساتھی ﷺ سے ملا دے۔ اور ہمیں آپ کے غم میں صبر کرنے کے اجر سے محروم نہ رکھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

گوشہ خواتین

قسط: ①

اُمُ المومنین سیدتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت مولانا مفتی ابو جندل قاسمی صاحب ☆

عورتوں میں جو ذات گرامی سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئیں وہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ''ام المومنین سیدتنا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۳۶۔ ۳۹، ۷/۲۵۰۔ السیرۃ النبویہ لابن کثیر ۱/۴۳۷)

نام ونسب

نام: خدیجہ، کنیت: اُم ہند، لقب: طاہرہ اور سیدۃ نساء قریش۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب، قصی پر پہنچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے، والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا، جو ''لوی بن غالب'' کے دوسرے بیٹے ''عامر'' کی اولاد میں تھیں، اور ان کا نسب بھی لوی بن غالب پر حضور اکرم ﷺ کے نسب مطہر سے مل جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال یعنی ہجرت نبوی سے ۶۸/ سال قبل مطابق ۵۵۶ء میں پیدا ہوئیں، آپ اپنے پاکیزہ اخلاق اور عفت و پاک دامنی کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں (قبل از اسلام) بھی ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور تھیں۔ (الاستیعاب ۲/۵۰۴۔ ۵۰۵، طبقات ابن سعد ۱/۱۰۹، الموسوعۃ العالمیہ الکبریٰ حرف الخاء، الروض الانف ۱/۳۲۷)

بعض حالات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب نکاح کی عمر کو پہنچ گئیں تو ان کے والد خویلد نے اولاً توریت و انجیل کے ماہر عالم اور اپنے بھتیجے ورقہ بن نفل کو منتخب کیا، مگر کسی وجہ سے ان سے منسوب نہ ہوسکیں، اور ابو ہالہ ہند بن نباش تمیمی (حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابو ہالہ کے نام کے سلسلے میں چار قول نقل کئے

☆ استاذ حدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفر نگر یوپی

ہیں، مالک، زرارہ، ہند، نباش) سے پہلا نکاح ہوا، جن سے دو لڑکے ہند و اور ہالہ پیدا ہوئے، یہ دونوں لڑکے مشرف بہ اسلام ہوئے اور دونوں صحابی ہیں، اور یہی ہند بن ابی ہالہ (رضی اللہ عنہ) ہیں جن سے حلیۂ نبوی کے متعلق مفصل روایات مروی ہیں، اور انہی کے نام پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ''اُم ہند'' ہے، ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ یا عابد مخزومی کے عقد نکاح میں آئیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئیں ان کا نام بھی ''ہند'' ہے اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہیں، چند سال کے بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر بیوہ ہوگئیں، نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد ''جنگ حرب الفجار'' (جو عام الفیل سے ۲۰؍سال کے بعد قریش اور قیس علان کے درمیان واقع ہوئی، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۲۰؍سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵؍سال تھی) سے قبل ہی وفات پا گئے تھے۔ (الاصابہ ۶۰۱/۷، طبقات ابن سعد ۱۲۸/۱، معرفۃ الصحابہ ۳۲۰۰، الروض الانف ۳۱۸/۱۔ ۳۱۹۔ ۳۲۸، فتح الباری ۵۲۰/۸)

باپ اور شوہر کے انتقال سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ پریشانی ہوئی، ذریعہ معاش تجارت تھا، اور اپنے بعض اعزہ و اقرباء کو بطور مضاربت مال دے کر ملک شام روانہ کرتیں، اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت مکہ مکرمہ میں ''الصادق الامین'' کے لقب سے تھی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاملہ، راست بازی، امانت و دیانت اور پاکیزہ اخلاق کا عام شہرہ تھا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال لے کر ملک شام جائیں، تو آپ کو دوسروں کی بنسبت دوگنا معاوضہ دوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا جان کی مالی مشکلات کے پیش نظر اس پیغام کو قبول فرمالیا اور مالِ تجارت لے کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام ''میسرہ'' کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے، جب ''بصریٰ'' مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے، قریب ہی ایک راہب رہتا تھا جس کا نام ''نسطورا'' تھا وہ یہ دیکھ کر آپ کے پاس آیا اور میسرہ سے آپ کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میسرہ نے کہا کہ یہ قریش اور اہل حرم میں سے ہیں، نسطورا نے کہا کہ ''اب تک اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی نہیں اترا''، نیز میسرہ نے دیکھا کہ جب بھی دھوپ ہوتی ہے تو دو فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر لیتے ہیں، میسرہ نے ان واقعات کی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو خبر دی، مال تجارت میں بھی اس دفعہ اتنا نفع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا نفع نہ ہوا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کردہ معاوضے سے بھی زیادہ دیا۔ (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۳۲۲/۱۔ ۳۲۳، عیون الاثر لابن سید الناس ۱۷/۱)

رسول اللہ ﷺ سے نکاح

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام میسرہ سے سفر کے واقعات، فرشتوں کا سایہ کرنا اور نسطورا راہب کا مقولہ سن کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان سے تمام واقعات بیان کئے، ورقہ نے کہا کہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ ایک نبی ہونے والے ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آپ ﷺ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا، اسی دوران ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک عید میں مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً وکرامۃ) کی عورتیں جمع ہوئیں۔ ان میں حضرت خدیجہ بھی تھیں، یکایک ایک شخص نمودار ہوا اور بلند آواز سے بولا:

يَـآ نِسَـاءَ مَكَّةَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ بَلَدِ كُنَّ نَبِيٌّ يُقَالُ لَهٗ اَحْمَدُ ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُنَّ اَنْ تَكُوْنَ زَوْجًا لَهٗ فَلْتَفْعَلْ۔

"اے مکہ کی عورتوں! تمہارے شہر میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا جس کا نام احمد ہوگا تم میں سے جو عورت اس کی بیوی بن سکے، تو وہ اس کام کو ضرور کر لے۔"

سب عورتوں نے اس ندا دینے والے شخص کو کنکریاں ماریں، سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے، آپ سن کر خاموش ہوگئیں۔ (عیون الاثر ۷۳/۱، الاصابہ ۶۰۱/۷، حرف الخاء المعجمہ رقم: ۱۰۸۶)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دل پہلے سے ہی اس سعادت کے حصول میں تمناؤں اور آرزوؤں کی جولان گاہ بنا ہوا تھا، اس آواز نے آتش شوق کو مزید بھڑکا دیا، چناں چہ سفر شام سے واپسی کے دو مہینے اور پچیس دن کے بعد اواخرِ صفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا، اور نفیسہ بنت اُمیہ (یعلی بن اُمیہ کی بہن) اس خدمت پر مقرر ہوئی۔ (عیون الاثر ۱۱۵/۱، الاصابہ ۶۰۱/۷، سیرۃ المصطفیٰ ۱۱۱/۱)

چنانچہ نفیسہ بنت امیہ کہتی ہیں کہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بڑی شریف اور مال دار عورت تھیں، جب بیوہ ہوگئیں تو قریش کا ہر شریف آدمی ان سے نکاح کا متمنی تھا: لیکن جب حضور اکرم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مالِ تجارت لے کر گئے اور عظیم نفع کے ساتھ واپس ہوئے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی طرف راغب ہوئیں اور مجھے اس بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنے کے لیے بھیجا، میں آپ سے آ کر ملی اور پوچھا کہ آپ کو نکاح سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ میں کچھ

نہیں، میں نے کہا کہ اگر آپ اس فکر سے کفایت کئے جائیں اور مال، جمال نیز کفایت کی طرف آپ کو دعوت دی جائے تو؟ (یعنی پھر تو کوئی عذر نہ ہوگا؟) آپ نے فرمایا: وہ کون ہے؟ میں نے کہا: خدیجہ، آپ نے اپنے شفیق چچا ابو طالب کے مشورے سے اس پیغام کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ متعین تاریخ پر حضور پُرنور ﷺ اپنے دو چچا ابو طالب اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نیز دیگر رؤساءِ خاندان کی معیت میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے مکان پر تشریف لائے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا (جیسا کہ گزر گیا) البتہ ان کے چچا عمرو بن اسد تھے، وہ اس مبارک تقریب میں نہ صرف شریک رہے؛ بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ذمہ دار تھے، بعض نے بھائی عمرو بن خویلد کو ذمہ دار بتایا ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے بھی چند بزرگ جمع ہوئے، ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا، جس کے چند کلمات یہ ہیں:

أمّا بعد: فان محمدًا ممن لا یوازن بہ فتی من قریش الا رجح بہ شرفا ونبلا وفضلا وعقلاً وان کان فی المال قل فانما ظل زائل و عاریة مسترجعة ولہٗ فی خدیجة بنت خویلد رغبة ولھا فیہ مثل ذلک۔

”محمد وہ ہیں کہ قریش میں کا جو جوان بھی شرف، رفعت، فضیلت اور عقل میں آپ کے ساتھ تولا جائے تو آپ ہی بھاری رہیں گے، اگر چہ وہ مال میں کم ہیں مگر مال ایک زائل ہونے والا سایہ ہے، اور ایک عاریت ہے جو واپس کی جانے والی ہے، یہ خدیجہ بنت خویلد کے نکاح کی طرف مائل ہے اور خدیجہ ان سے نکاح کی طرف مائل ہے۔“

۲۰/ اونٹ مہر مقرر ہوا، اور حافظ ابو بشر دولابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہر کی مقدار ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی تھی، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، لہٰذا کل مہر پانچ سو درہم شرعی ہوا۔ نکاح کے وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی، بعض روایات میں ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک گائے ذبح کرائی اور کھانا پکوا کر مہمانوں کو کھلایا۔ (الروض الانف مع السیرۃ لابن ہشام ۱/۳۲۲۔ ۳۲۵۔ ۳۳۱، الاصابہ ۷/۶۰۲، طبقات ابن سعد ۱/۱۰۹، فتح الباری ۸/۵۲۰، سیرۃ المصطفیٰ ۱/۱۱۱۔ ۱۱۲، ۳/۲۸۲۔ ۲۸۷)

بعثت نبوی کا شوق

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تمنا اور آرزو کا ایک مرحلہ نکاح کے ذریعے پورا ہوگیا، لیکن جس چیز کے شوق میں یہ نکاح ہوا، (یعنی بعثت نبوی) اس کا انتظار بدستور ہے، چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے اور گلے پر پھیرا اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس فعل سے میری غرض محض یہ ہے کہ مجھ کو یہ امید ہے کہ شاید آپ ہی وہ نبی ہوں جو عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں، پس اگر آپ ہی وہ نبی ہوئے تو بعثت کے بعد میرے حق کو یاد رکھیں اور اس خدا سے جو آپ کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا میرے لیے دعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر وہ نبی میں ہی ہوا، تو جان لے کہ تو نے میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے جس کو میں کبھی نہیں بھول سکتا، اور اگر میرے علاوہ کوئی اور ہوا تو جس خدا کے لیے تو یہ عمل کر رہی ہے، وہ کبھی تیرے عمل کو ضائع نہ کرے گا۔ (فتح الباری ۵۲۰/۸، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، خدیجہ وفضلہا)

حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بار بار ورقہ بن نوفل کے پاس جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کرتیں، ورقہ یہ جواب دیتے:

ما اراه الا نبي هذه الامة الذي بشر به موسى وعيسىٰ۔ (الاصابة في تمييز الصحابة، ترجمة: "ورقة بن نوفل")

"میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہ ہی نبی ہیں کہ جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے بشارت دی ہے۔"

نبوت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تسلی

نبوت ملنے اور پہلی وحی کے نازل ہونے کے بعد جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ۔

"مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔"

تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہی آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ: آپ ہرگز نہ ڈریں، آپ کو بشارت ہو،

خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، اور مصیبتوں میں دوسروں کے کام آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسے محاسن و کمالات اور پاکیزہ صفات سے متصف ہو وہ نہ دنیا میں رسوا ہو سکتا ہے نہ آخرت میں، اور مزید اطمینان و تسلی کے لیے نیز مسرت و شادمانی میں (کہ جس امید پر نکاح کیا تھا بحمد اللہ وہ امید پوری ہو گئی) آپ ﷺ کو کبھی ورقہ بن نوفل کے پاس لے جاتیں، کبھی عداس کے، اور کبھی بحیرا راہب کے۔ (صحیح بخاری ۱/۳، ۲/۳۴، ۱۰۳۴، الروض الانف ۱/۲۷۳)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ سن کر کہا:

اَبْشِرْ فَوَ اللّٰہِ لَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِکَ اِلَّا خَیْرًا ، فَاقْبَلِ الَّذِیْ جَاءَ کَ مِنَ اللّٰہِ ، فَاِنَّہٗ حَقٌّ وَّاَبْشِرْ فَاِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا۔ (فتح الباري ۱۲/۴۳۷، کتاب التعبیر باب ۱، الخصائص الکبری ۱/۱۵۷، باب ما وقع عند المبعث من المعجزات والخصوصیات)

"آپ کو بشارت ہو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہ کرے گا، جو منصب اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کے پاس آیا ہے اس کو قبول کیجیے وہ بلاشبہ حق ہے۔ (اور پھر کہتی ہوں کہ) آپ کو بشارت ہو آپ یقیناً اللہ کے برحق پیغمبر ہیں۔"

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ممکن ہو تو جس وقت وہ ناموس آپ کے پاس آئے تو مجھے مطلع فرمائیں، چناں چہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے حضرت خدیجہ کو اطلاع دی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ میرے قریب آجائیں، حضور اکرم ﷺ قریب آگئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا آپ اب بھی ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ میری آغوش میں آجائیں، نبی کریم ﷺ آغوش میں آگئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سر کھول دیا، اور آپ سے پوچھا کہ کیا اب بھی دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ کو بشارت ہو، خدا کی قسم یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں، اگر شیطان ہوتا تو نہ شرماتا۔ (الاصابہ ۷/۶۰۱، الخصائص الکبری ۱/۱۵۹)

(جاری ہے)

تبصرہ وتذکرہ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

①

کتاب کا نام	......	کلیاتِ انوری (جلد اول)
رسائل وتصانیف	......	حضرت مولانا محمد انوریؒ فیصل آبادی
ترتیب وحواشی	......	محمد راشد انوری
صفحات	......	624
ناشر ورابطہ:	......	بلال انٹر پرائزز S.1 جامع مسجد ناظم آباد، کراچی (0300-2421646)

حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷۰ء) حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ ضلع جالندھر کے موضع ''اوگی'' میں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مولانا فتح الدین رشیدیؒ مرحوم قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ اور اجل خلفاء میں شامل تھے۔ قادیانیوں کے ساتھ مشہور زمانہ عدالتی مناظرہ جس نے ''مقدمہ بہاولپور'' کے نام سے شہرت پائی، میں بھی مولانا انوری رحمہ اللہ کا نمایاں کردار رہا۔ فیصل آباد میں اپنا مرکز دینی قائم کیا اور پھر پوری زندگی خدمت دین میں صَرف کردی۔ آپ کے قلم سے چند علمی، تحقیقی اور اصلاحی کتابیں اور مسائل بھی منصۂ شہود پر آئے تھے جن کی اب دوبارہ اشاعت اُن کے نبیرہ جناب محمد راشد انوری کی کدو کاوش سے ممکن ہو رہی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی سلسلہ کی جلد اول ہے۔

اس جلد میں مندرجہ ذیل رسائل شامل ہیں۔

① سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
② العجالۃ۔ (داڑھی کے متعلق شرعی حکم)
③ احادیث الحبیب المتبرکۃ (حسنِ معاشرت سے متعلق چند منتخب احادیث)

④ چہل حدیث (اعمال وعقائد سے متعلقہ چالیس احادیث کا انتخاب)

⑤ الصلوٰۃ۔نماز مترجم مع طریقہ

⑥ ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ

⑦ مکتوبات بزرگاں (سربرآوردہ اسلاف کے خطوط کا مجموعہ)

⑧ میری پہلی حاضری (خانقاہ تھانہ بھون ورائے پور میں پہلی حاضری کی سرگذشت)

⑨ فضائل مکۃ المکرمۃ

⑩ اربعین (مسلک حنفی کی موید چالیس احادیث کا مجموعہ)

ان دس رسائل پر مشتمل اس جلد کو ''کلیات انوری'' سے موسوم کیا گیا ہے۔فنی لحاظ سے ''کلیات'' کا اطلاق منظوم کلام کے مجموعہ پر ہوتا ہے، تاہم اس کے لیے ''دیوان'' کا نام مستعمل ہونے کی وجہ سے اب تصانیف کے مجموعے پر بھی ''کلیات'' استعمال ہونے لگا ہے، جس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ رسائل عمومی وخصوصی فوائد کے لحاظ سے بہت اہم ہیں اور نہایت بابرکت بھی! اہل علم اس قیمتی کتاب سے غافل نہ رہیں اور خرید حاصل کر کے اُسے سرمہ بصارت وبصیرت بنائیں۔ کتاب کو اعلیٰ کاغذ و بائینڈنگ سے مزین کیا گیا ہے۔تاہم صفحات کے نمبر رسائل کے لحاظ سے درج کئے ہیں، کتاب کے اعتبار سے بھی نیچے الگ ہونے چاہیے تھے، یوں صفحات کے نمبروں کی عدمِ ترتیب کی وجہ سے بے ذوقی سی چھلکتی ہے اور پڑھنے والی کی طبیعت پر ہلکا سا بوجھ محسوس ہوتا ہے، اگلی جلد میں اس چیز کا بھی خیال رکھا جانا چاہیے۔تصحیح کا اہتمام نظر آتا ہے اور سرورق جاذب نظر ہے۔کم و بیش ۶۲۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پڑھنے والے خود کو دوسری جلد کا شدید منتظر پائیں گے۔

....

②

کتاب کا نام ...... نقوشِ حیات

(سوانح حیات شیخ الحدیث مولانا قاضی عبدالکریم رحمہ اللہ، آف کلاچی)

صفحات 474

ناشر ...... جامعہ نجم الہدیٰ کُلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

(0314-6940419)

ہمارے بزرگوں میں ایک چمکتا دمکتا نام ''مولانا قاضی عبدالکریم'' بھی ہے۔ جنہوں نے کسی

زمانہ میں بے آب و گیاہ اور دینی و علمی اعتبار سے بنجر زمین پہ علوم نبوت کا پودا لگایا تھا، اور اس کو اپنے اخلاص کے ساتھ اس قدر خونِ جگر دے کر سینچا کہ اب وہ ایک تناور درخت بن چکا ہے، اور اندرون ملک سمیت کئی ایک غیر ممالک میں بھی حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اس ادارہ کے فضلاء مصروف خدمت دین ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت، علم رسالت، سیاست اسلامیہ، حلم و تدبر، زہد و تقویٰ اور اخلاص و للّٰہیت جیسی صفات سے متصف ہو کر محبوب الخلائق بن گئی تھی اور ہر مکتب فکر کے اہل علم میں آپ کو نہایت قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل زیر تبصرہ کتاب مختلف شخصیات کے عالی قدر مضامین کا مجموعہ ہے، جس میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ہمہ گیر اور ہمہ صفت موصوف کردار کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بعض تفردات کا ذکر بھی ہے جو ان کی علمی شخصیت میں نکھار پیدا کرتے نظر آتے ہیں، کیونکہ ''تفرد'' ہوتا ہی اس شخص کا ہے جو اکثر خوبیوں کا حامل ہو اور علم اس کے خون کے ساتھ گردش میں ہو۔ فی زمانہ تجہلات، تخیلات، اور صریح کذبات کو جو ''تفردات'' کا نام دے دیا گیا ہے، یہ بالکل غلط ہے اور اہل علم کے تفرداتِ علمی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح مدرسین اور فقہی ذوق رکھنے والے بھی حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بعض معمولات سے حظ اٹھا سکتے ہیں، مثلاً آپ حرمین شریفین میں آئمہ حرمین کی اقتداء میں نماز وتر نہیں پڑھتے تھے اور بطور دلیل کے فرماتے تھے کہ چونکہ حنابلہ کے ہاں وتر سنت ہیں اور احناف کے ہاں واجب ہیں، اس لیے امام کی نماز مقتدی سے قوی ہونی چاہیے نہ کہ ضعیف! اس کی تفصیل کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۳۳ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اہل علم اس کتاب سے استفادہ کر کے بہت قیمتی موتی اپنے دامنِ دل میں سنبھال سکتے ہیں۔ اس کتاب پر سفید، قیمتی کاغذ لگایا گیا ہے، بائینڈنگ مضبوط ہے، البتہ کتابت میں کمپوزر کی ناتجربہ کاری کے آثار صفحہ بہ صفحہ پائے جاتے ہیں، تصحیح کا کام بھی مہتم بالشان نہیں کیا گیا، اغلاط اگرچہ بہت کم ہیں، مگر جو ہیں فاش ہیں، سرورق پر بھی خاص ذوق سے توجہ نہیں دی گئی، بہرکیف غنیمت ہے کہ کتاب شائع ہو چکی ہے اور امید ہے کہ اگلے اڈیشن میں اسے مزید خوبصورتی کے ساتھ نذرِ قارئین کیا جائے گا۔

(۳)

کتاب کا نام ...... رشتہ
مصنف ...... علی رضا لنگاہ
صفحات 128
ناشر ...... مثال پبلشرز، امین پور بازار، فیصل آباد
(0300-6668284)

زیرِ نظر کتاب میں معاشرے کی عکاسی بہ صورتِ کہانی کی گئی ہے، انسانی رشتوں کی مذہبی، اخلاقی اور سماجی ضرورت ہابیل و قابیل کے زمانہ سے صبح قیامت تک چلی جائے گی، مصنف نے رشتوں کے درمیان آنے والی رکاوٹوں اور ماحول کی پیدا کردہ دراڑوں پر بھی قلم کشائی کی ہے، تاہم کتاب ہذا ایک خاص مذاق کے حامل طبقہ کے لیے مفید ہے۔ علی رضا لنگاہ نے اس کتاب میں اپنی مقدور بھر صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے اور اچھے قرینے سے کتاب پیش کی ہے، سرورق، کاغذ، جلد بندی، اور پروف ریڈنگ اچھے معیار پر ہیں، البتہ ۳۰۰/ روپے قیمت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ہم اپنے قارئین کو کتاب اس قیمت پر خریدنے کا مشورہ تو نہیں دے سکتے، البتہ دیئے گئے نمبر پر رابطہ کرکے وہ خود جوڑ توڑ کرنے کے مجاز ہیں۔ اور اپنے شوق وجستجو یا گنجائش کے مطابق کتاب ہذا سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اختلافاتِ ائمہ

فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے باہمی اختلافات اصولی نہیں فروعی ہیں۔ اصولِ دین سب کے نزدیک یکساں ہیں۔ ان میں دو آراء ہرگز نہیں۔ اجتہادی اور فروعی مسائل میں بھی ہزاروں مسائل پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ جہاں اختلاف ہے تو اس کی نوعیت بھی علمی اور تحقیقی ہے۔ یہ وہ اختلافِ علماء ہے جسے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ اس سے امت کے لئے غیر منصوص مسائل میں عمل کے لئے بڑی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ چونکہ ائمہ اربعہ کے فقہی مجموعے قرآن و حدیث ہی کی تشریح ہیں اس لئے یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ ائمہ اربعہ کی فقہ قرآن و حدیث سے الگ کوئی شے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اصلی کلمہ اسلام: لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تحریک خدام اہلسنت والجماعت کے زیر اہتمام
جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال
عظیم الشان

23 واں سالانہ یک روزہ
جلسہ تقسیم اسناد و دستار فضیلت
بوقت صبح 9 بجے تا رات گئے

24 مارچ 2019 بروز اتوار ان شاء اللہ

وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر صاحب

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی قاری جمیل الرحمن صاحب مدظلہ
جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

شیخ الحدیث استاذ العلماء پیر طریقت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سومرو مدظلہ
خلیفہ مجاز قائد اہل سنت

جامع مسجد امدادیہ پنڈی روڈ چکوال

برائے رابطہ
0543-542717
0543-543444

جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

محمد شریف عابد
حبیب الرحمٰن سومرو
63
سالانہ
جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام
جلسہ
تقسیم اسناد و دستار بندی
عظیم الشان
قاضی محمد ظہور الحسین اظہر صاحب
30-31
مارچ
ہفتہ اتوار
قاری محمد ابوبکر صدیق